میں
سانپ
ہوں
PDFBOOKSFREE.PK
اے. حمید
قیمت - /14 روپے

موت کا تعاقب کرنا
تاریخ کی پُراسرار اور سچی داستان

میں سانپ ہوں

اے حمید

شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ، پبلشرز
لاہور ○ حیدرآباد ○ کراچی

طابع، شیخ نیاز احمد،
مطبع، غلام علی پرنٹرز، اشرفیہ پارک، فیروز پور روڈ، لاہور
سے چھپوا کر چوک انارکلی، لاہور سے شائع کیا۔
قیمت : [illegible]/- روپے

مقامِ اشاعت :
شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ، پبلشرز
اردو بازار کیٹ، چوک انارکلی، لاہور

فہرست

سُنو پیارے بچّو !

عنبر، ہمارا ہیرو، اپنے پُر اسرار دوست ناگ کے ساتھ مُلک ایران میں داخل ہوا ہے۔ ناگ ایک سانپ ہے۔ اُسے زندہ رہتے ہوئے پانچ سو برس گزر گئے ہیں۔ اب اُس میں اتنی طاقت آ گئی ہے کہ وہ انسان کے رُوپ میں آ جاتے؛ چناں چہ ناگ اصل میں ایک سانپ ہے جس نے انسان کی شکل بدل رکھی ہے۔ وہ عنبر کا دوست بن جاتا ہے۔ کیونکہ عنبر اُس کے زہر سے نہیں مرتا۔ اِس لیے کہ عنبر کبھی مَر نہیں سکتا۔ اُسے ایک دُعا ملی ہُوئی ہے کہ وُہ جب تک اُس کا مرشد نہ چاہے زندہ رہے گا۔ ایران میں عنبر اپنے سانپ دوست ناگ کے ساتھ شہنشاہ دارا کے دربار میں آتا ہے۔ عنبر کے پاس تبّت کے راجہ کا دیا ہُوا قیمتی ہیرا بھی ہے۔ یونان میں جا کر عنبر سکندرِ اعظم سے ملاقات کرتا ہے۔ اِس سے آگے یہاں سے پڑھیے۔

حمید

ہیروں کے چور

لنگڑا آدمی عنبر کو لے کر شہر کے گنجان علاقے میں آگیا۔
یہاں تنگ و تاریک گلیاں تھیں اور مکانوں کے اُوپر مکان چڑھے ہوئے تھے۔ دکانوں پر لوگوں کا شور مچا تھا۔ ایک گلی کا موڑ گھوم کر وہ آدمی عنبر کو ایک پُرانے مکان کی اندھیری ڈیوڑھی میں لے آیا۔ اس مکان کے دروازے پر انگور کی بیل چڑھی ہوئی تھی۔ ڈیوڑھی میں اندھیرا اور ٹھنڈک تھی۔ آگے ایک صحن آگیا جس کے درمیان میں چھوٹا سا فوارہ لگا تھا۔ پانی فوارے میں سے نکل کر تالاب میں گر رہا تھا جس میں رنگ برنگی مچھلیاں تیر رہی تھیں۔ عنبر نے لنگڑے آدمی سے پوچھا کہ یہ سرائے کون سی ہے؟ اس کے جواب میں اس نے صرف اتنا کہا :

"تمہیں یہاں ہر قسم کا آرام ملے گا۔"

لنگڑا آدمی عنبر کو ایک کمرے میں لے آیا جس کے دروازوں پر محرابیں بنی ہوئی تھیں اور زمین پر بڑے قیمتی قالین بچھے تھے۔ ایک طرف پلنگ لگا تھا۔ عنبر سے لنگڑے آدمی نے کہا :

"آپ یہاں آرام کریں۔ میں کچھ کھانے کو لاتا ہوں۔"

لنگڑا چلا گیا تو عنبر نے کمرے کی ایک ایک چیز کو بڑے غور سے دیکھا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ سرائے نہیں ہے بلکہ کسی کھاتے پیتے آدمی کا گھر ہے۔ لیکن سوال یہ تھا کہ اُسے سرائے کی جگہ اس خاص اور آرام دہ مکان میں کیوں لایا گیا تھا؟ کیا ان لوگوں کی اُس کے قیمتی ہیرے پر نظر تھی۔ کیا اُن کے جاسوسوں نے ڈاکوؤں کو خبر کر دی تھی کہ عنبر نام کا ایک آدمی تبت کے راہبہ کا انتہائی قیمتی ہیرا لے کر سفر کر رہا ہے۔ اُسے ماژندران میں ہی قابو میں کر لیا جائے۔ اگر ایسی بات تھی تو عنبر بھی بہت ہوشیار تھا اور اُس نے ہیرے کو اندر والی جیب سے نکال کر اپنے جوتے میں چھپا لیا تھا۔ وہ ایک اجنبی ملک میں تھا۔ یہاں اُسے ہر قدم پر خطرے سے دوچار ہونا تھا اور ایک ایک قدم اسے پھونک پھونک کر اٹھانا تھا۔ لنگڑا آدمی اُسے بڑا پُر اسرار لگتا تھا۔ عنبر نے سانپ ناگ پھنی والا مرتبان پلنگ کے نیچے رکھ دیا۔ ابھی وہ غور ہی کر رہا تھا کہ اِس اجنبی شہر میں کیا کام کرے کہ اُس کی روزی کا کوئی سلسلہ بن جائے کہ لنگڑا آدمی کھانا لے کر آ گیا۔ کھانا دے کر وہ چلا گیا۔ کھانے میں بکرے کا بھُنا ہوا گوشت اور دودھ تھا۔ کھانا کھانے کے بعد عنبر نے دودھ کٹورے میں ڈال کر سانپ کو پلایا اور اُسے دوبارہ مرتبان میں بند کر دیا۔

کھانے سے فارغ ہو کر وہ پلنگ پر لیٹ گیا اور سوچنے لگا کہ اس شہر میں اُسے ایک دکان کھولنی چاہیے جہاں وہ بیماروں کا علاج شروع کر

دے۔ اِس کے سوا وُہ کوئی اور کام کر بھی نہیں سکتا تھا۔ جڑی بوٹیاں اور عرق اس کے پاس موجود تھے۔ اتنے میں دروازے کا پردہ ہٹا اور ایک سیاہ لبادے میں لپٹا ہُوا ڈاکو نما آدمی مُسکراتا ہُوا اندر آیا اور عنبر کی طرف ہاتھ بڑھا کر بولا :

" میرا نام پرویز سیاہ پوش ہے۔ میں اس شہر میں ہیرے جواہرات کا کام کرتا ہُوں۔ یہ سرائے بھی میری ہے۔ مگر میں اپنی پسند کے لوگوں کو یہاں رہنے کی اجازت دیتا ہُوں۔ بنگڑا خادم میرا غلام ہے۔ اِس کو میری پسند کے لوگوں کا علم ہے ؛ چنانچہ وُہ ایسا ہی مسافر یہاں لاتا ہے جو مجھے پسند آ جائے "

عنبر نے سیاہ پوش سے ہاتھ ملایا اور مُسکرا کر کہا :

" آپ سے مل کر بڑی خوشی ہُوئی۔ میں بھی عام قسم کی سرائے میں ٹھہرنے کا عادی نہیں ہُوں۔ آپ کا کھانا نہایت عمدہ تھا اور یہ کمرہ بڑا آرام دِہ ہے "

سیاہ پوش عنبر کے پاس بیٹھ کر بولا :

" آپ کو یہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ یہ فرمائیے کہ آپ کا ملک ایران میں کیسے آنا ہُوا ؟ کیا آپ سوداگر ہیں ؟ یا غلاموں کی خرید و فروخت کا کام کرتے ہیں ؟"

عنبر نے کہا :

" جی نہیں، میں جڑی بوٹیوں کا کام کرتا ہُوں اور بیماروں کا علاج بھی،

کرتا ہُوں۔ مَیں تبت شہر جڑی بوٹیوں کی تلاش میں گیا ہُوا تھا۔ وہاں سے سیدھا آپ کے شہر میں آ رہا ہُوں:"

سیاہ پوش بہت خوش ہو کر کہنے لگا:

"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ بیماریوں کا علاج بھی جانتے ہیں۔ میری ایک بیوی ہے جو ملک مصر کی رہنے والی ہے۔ میں نے اُسے دس ہزار سونے کے سکوں کے عوض یمن سے خریدا تھا۔ اُسے ایک عجیب بیماری لگی ہے کہ وُہ رات کو سوتے میں چلنا شروع کر دیتی ہے۔ کیا آپ کے پاس اِس بیماری کا کوئی علاج ہے؟"

عنبر نے کہا:

"ایسی کوئی بیماری نہیں جس کا علاج نہ ہو۔ میں کوشش کروں گا کہ وُہ اچھی ہو جائیں:"

"مجھے بڑی خوشی ہو گی۔ اگر میری بیوی کی بیماری دُور ہو جائے کیونکہ وہ اکثر راتوں کو سوتے میں اُٹھ کر چلنے لگتی ہے اور کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔ ابھی پرسوں میں اُسے دریا کے کنارے سے پکڑ کر لایا۔ اگر تھوڑی دیر اور ہو جاتی تو وُہ ضرور دریا میں ڈوب گئی ہوتی۔ اس طرح میرے دس ہزار سونے کے سکّے بھی اُس کے ساتھ ہی ڈوب جاتے:"

عنبر نے محسوس کیا کہ سیاہ پوش اُس کے پلنگ کے نیچے رکھے ہُوئے مرتبان کو بار بار دیکھ رہا تھا۔ آخر اُس سے نہ رہا گیا۔ پوچھنے لگا:

"کیا اس مرتبان میں بھی کوئی عرق ہے؟"

"جی ہاں، اِس میں جوڑوں کے درد کا ایک خاص عرق ہے۔"

"کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں؟"

سیاہ پوش نے ہاتھ مرتبان کی طرف بڑھایا ہی تھا کہ عنبر نے اُسے روک دیا:

"معاف کریں۔ میں اسے ہوا نہیں لگا سکتا۔ ابھی یہ عرق پوری طرح تیار نہیں ہوا۔ اسے میں ایک ہفتے کے بعد کھولوں گا۔ اگر اس وقت ڈھکن اٹھا دیا تو اس کا اثر ضائع ہو جائے گا۔"

"کوئی بات نہیں۔"

سیاہ پوش تھوڑی دیر کے بعد چلا گیا۔ جاتے جاتے کہہ گیا کہ وُہ اپنی بیوی کے پاس اُسے کل لے کر جائے گا۔ عنبر اس کے جانے کے بعد سوچ میں پڑ گیا کہ یہ شخص حقیقت میں کون ہے۔ وہ اُسے بڑا پُراسرار آدمی لگتا تھا۔ اُس کو یقین تھا کہ وُہ جھوٹ بول رہا ہے۔ نہ تو وہ سرائے کا مالک ہے اور نہ ہی اُس کی بیوی بیمار ہے۔ پھر اُسے عنبر کے ساتھ کیا لالچ ہو سکتا ہے؟ کیا اُسے علم تو نہیں ہو گیا کہ اُس کے پاس ایک قیمتی ہیرا موجود ہے۔ عنبر کو یقین تھا کہ وہ ہیرے کی تلاش میں ہے بہرحال وہ ہر قسم کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو گیا۔

اس دوران میں عنبر نے شہر میں گھوم پھر کر معلوم کیا کہ کہیں جگہ کوئی ایسی حویلی خالی ہو جہاں بیٹھ کر وہ بیماروں کا علاج کر سکے اور شہر کے بارے میں اُس ملک کے بادشاہ دارا کے بارے میں معلومات حاصل کر سکے۔ شام

کو وُہ سرائے میں واپس آیا تو سیاہ پوش نے پُوچھا :

"آپ شہر کی سَیر کرنے گئے تھے کیا؟ میں نے آپ کو چوک میں دیکھا تھا۔ آپ پہلے کہتے تو مَیں اپنا غلام آپ کے ساتھ کر دیتا۔ وُہ آپ کو سارے شہر کی سَیر کرواتا۔"

عنبر نے کہا :

"اصل میں سیر کرنے کا تو ایک بہانہ تھا۔ مجھے کسی ایسی حویلی کی تلاش تھی جہاں مَیں بیماروں کے علاج کا کام کر سکوں۔"

"ارے تو آپ نے مجھ سے اِس کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ میری اپنی ایک حویلی چوک میں خالی پڑی ہے۔ آپ بے شک وُہ لے لیں۔ میں آپ سے اس کا کرایہ بھی وصول نہیں کروں گا۔ آپ جتنی دیر چاہے وہاں رہیں اور اپنا کام کریں۔ کیوں کیا خیال ہے؟"

عنبر بولا :

"خیال تو بڑا نیک ہے۔ مگر میں کرایہ ضرور ادا کروں گا۔"

سیاہ پوش جھٹ بولا :

"بھائی اس تکلف کی کیا ضرورت ہے۔ آخر آپ ہمارے مہمان ہیں۔ اگر ہم آپ کی خدمت نہیں کریں گے تو پھر اور کون کرے گا۔ ویسے بھی بیماروں کا علاج کرنا ایک نیک کام ہے۔ آپ بے شک آج ہی میری حویلی جا کر لے لیں۔ میرا غلام آپ کو وہاں لے جائے گا۔"

عنبر کو اُس وقت ایران کے شہر میں ایسے ایک ٹھکانے کی اشد

ضرورت تھی جہاں بیٹھ کر وہ اپنا کام کر سکے اور اُس ملک میں اپنی نئی زندگی شروع کر سکے۔ سیاہ پوش کی باتوں سے اُسے سازش کی بُو ضرور آ رہی تھی۔ لیکن چونکہ وُہ ہر سازش کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا۔ اِس لیے اُس سیاہ پوش کی حویلی میں اڈہ جمانے کا فیصلہ کر لیا۔

اُس نے مُسکرا کر کہا :

"اگر آپ اِتنا اصرار کرتے ہیں تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے بھلا؟ میں آج ہی چل کر حویلی دیکھ لیتا ہُوں "

سیاہ پوش نے خوش ہو کر کہا :

"مجھے خوشی ہے کہ آپ نے خاکسار کو اپنی خدمت کا موقع دیا۔ لیکن میں چاہتا ہُوں کہ آپ کل وہاں جائیں اور یہ رات میرے مکان پر ہی بسر کریں۔ اِس سے میری عزت افزائی ہوگی "

"جیسے آپ کی مرضی "

وُہ رات عنبر سیاہ پوش کے مکان پر ہی ٹھہرا۔

رات کا کھانا اس نے سیاہ پوش کے ساتھ مل کر کھایا۔ بنگڑا غلام بڑی ہوشیاری سے خدمت کر رہا تھا اور دستر خوان پر قسم قسم کے کھانے لا کر سجا رہا تھا۔ کھانے کے بعد عنبر اکیلا ہی شہر کی سیر کو نکل گیا۔ کمرے کو وہ تالا لگا گیا۔ وُہ نہیں چاہتا تھا کہ سیاہ پوش کو ناگ پھنی سانپ کے بارے میں کچھ علم ہو؛ چنانچہ سانپ کے مرتبان کو اُس نے اپنے بستر کے نیچے چھپا دیا تھا۔ شہر میں خوب روشنی ہو رہی تھی۔ یہ ایک بہت رونق والا

شہر تھا اور عنبر نے محسوس کیا کہ لوگ بڑی خوش حالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ کاروان سرائے کے باہر گھوڑوں اور اونٹوں کی قطاریں بندھی تھیں جن پر تجارت کا سامان لدا ہوا تھا۔ عبادت گاہوں میں آگ کی پوجا ہو رہی تھی۔ مکانوں میں شمعیں روشن تھیں اور لوگ ہنسی خوشی رات کے کھانے کے بعد گپ بازی کر رہے تھے یا سونے کی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔ شہر کے ہر چوک میں پہریدار سپاہی موجود تھے۔ عنبر کو دو ہزار برس کا پرانا مصر یاد آ گیا۔ فرعون کے زمانے میں وہاں بھی ایسا ہی بہترین انتظام ہوتا تھا۔

کافی دیر سیر کرنے کے بعد عنبر واپس حویلی میں آیا تو اس کے کمرے پر اسی طرح تالا لگا ہوا تھا۔ اس نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا اور کپڑے بدل کر بستر پر لیٹ کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔ اچانک اُسے خیال آیا کہ وہ مرتبان کو کھول کر دیکھے کہ سانپ وہاں موجود ہے یا نہیں؟ اُسے وہم سا پڑ گیا تھا جیسے اُس کے بعد سیاہ پوش نے کمرے کی تلاشی لی ہے۔ ہیرا تو اُس کے جوتوں میں چھپا ہوا تھا عنبر جلدی سے اُٹھا اور پلنگ کے نیچے سے اُس نے مرتبان نکال کر اُس کا ڈھکنا اُٹھایا وہ دھک سے رہ گیا۔

مرتبان میں سے سیاہ سانپ غائب تھا۔

اُس نے کمرے میں ایک ایک شئے کی تلاشی لی۔ ہر ایک صندوق اور کپڑے کو اُٹھا کر دیکھا۔ مگر سانپ کہیں بھی نہیں تھا۔ کیا سیاہ پوش

سنے سانپ کو اغوا کر لیا ہے؟ مگر اُسے سانپ کو چُرانے کی کیا ضرورت
تھی؟ کہیں سانپ نے سیاہ پوش یا لنگڑے غلام کو ہلاک تو نہیں کر دیا!
کیونکہ یہ ناممکن تھا کہ ناگ منی کو پکڑنے کے لیے کوئی دوسرا آدمی مرتبان
میں ہاتھ ڈالے اور وُہ اُسے کاٹ نہ کھائے۔ عنبر سوچ میں پڑ گیا کہ وُہ
سیاہ پوش کو کیسے وہاں بُلائے۔ آخر اُس نے اُٹھ کر دروازہ کھولا اور
باہر صحن میں فوارے کے پاس آ کر ٹہلنے لگا۔ اچانک اُسے سیاہ پوش
اپنے کمرے سے باہر نکلتا دکھائی دیا۔ اس نے بھی عنبر کو فوارے کے پاس
ٹہلتے دیکھ لیا تھا۔ وہ مُسکراتا ہُوا عنبر کے پاس آیا اور بولا :

"میرے بھائی، کیا آپ کو گرمی کی وجہ سے نیند نہیں آ رہی؟ اس
دفعہ ہمارے شہر میں کچھ زیادہ ہی گرمی پڑ رہی ہے۔ میں خود گرمی محسوس
کر رہا ہُوں۔ اگر آپ کہیں تو آپ کے غسل کے لیے غلام سے کہوں کہ
وُہ ٹب میں ٹھنڈا پانی بھر دے "

عنبر کو معلوم ہو گیا کہ سیاہ پوش کے ساتھ ساتھ لنگڑا غلام بھی زندہ
ہے اور سانپ نے اُن میں سے کسی کو بھی نہیں کاٹا۔ پھر وہ کہاں چلا گیا؟
کیا سیاہ پوش سانپ کو پکڑنے کے طریقے سے واقف ہے؟ اُس نے
سیاہ پوش سے سانپ کے بارے میں پُوچھنا مناسب خیال نہ کیا۔ کیونکہ
وُہ تو پہلے ہی بیان کر چُکا تھا کہ مرتبان میں عرق پڑا ہے۔ اُس نے کہا :

" جی نہیں، گرمی زیادہ نہیں ہے۔ مگر چونکہ میں تبت کے سرد علاقے
میں رہ کر آ رہا ہُوں۔ اس لیے مجھے کچھ زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ غسل کرنے

کی مَیں ضرورت محسوس نہیں کر رہا۔ بس تھوڑی دیر ٹہلنے کے بعد طبیعت بحال ہوجائے گی "

سیاہ پوش بھی عنبر کے ساتھ ہی صحن میں ٹہلنے لگا اور اپنی بیوی کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔ اُس کا خیال تھا کہ عنبر اسی وقت چل کر اُس کی بیوی کو دیکھے۔ لیکن عنبر نے کہا کہ وہ کل اُسے دیکھے گا اور پھر اُسے کوئی ایسی دوائی دے گا جس سے اُس کا سوتے میں چلنا رُک جائے گا۔ عنبر کچھ دیر ٹہلنے کے بعد واپس اپنے کمرے میں آکر بستر پر لیٹ گیا۔ اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔ اُسے نیند آنے لگی تو اُس نے شمع بجھا دی اور سو گیا۔

آدھی رات کو کسی چیز کے کمرے میں گرنے سے آواز پیدا ہوئی اور عنبر کی آنکھ کھُل گئی۔ ہڑبڑا کر اُٹھنے یا آواز دے کر پکارنے کی بجائے وہ اسی طرح پلنگ پر لیٹا رہا۔ صرف اس نے تھوڑی سی آنکھ کھول کر کمرے کا جائزہ لیا۔ سلاخ دار کھڑکی میں سے ہلکی ہلکی چاندنی اندر آرہی تھی۔ اس مدھم روشنی میں عنبر نے سیاہ پوش کو دیکھا کہ کمرے کی دیوار کے ساتھ چوروں کی طرح لگ کر کھڑا ہے اور اُس کی ٹھوکر لگنے سے تپائی پر سے تانبے کا کٹورہ نیچے گر پڑا ہے۔ سیاہ پوش کو جب اطمینان ہوگیا کہ عنبر کٹورہ گرنے کے شور سے جاگا نہیں تو وہ دیوار سے ہٹ کر آگے بڑھا اور عنبر کے بستر کے پاس آکر اُسے غور سے دیکھنے لگا۔ عنبر نے آنکھیں بند کر لیں اور یوں خراٹے لینے لگا جیسے گہری نیند سو رہا ہو۔ سیاہ پوش نے

اب عنبر کے کپڑوں کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ یہ کپڑے لکڑی کے تخت پر پڑے تھے۔ ایک جبّہ دیوار کے ساتھ لٹک رہا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے سیاہ پوش کو کسی خاص چیز کی تلاش ہے جو اُسے نہیں مل رہی۔ عنبر کو معلوم تھا کہ سیاہ پوش اُس کے قیمتی ہیرے کو تلاش کر رہا ہے۔ یہ ہیرا عنبر نے اپنے سرہانے کے نیچے چھپا کر رکھا ہوا تھا اور سرہانے کے نیچے سیاہ پوش ہاتھ نہیں لے جا سکتا تھا۔

عنبر کے کمرے کی اچھی طرح تلاشی لینے کے بعد جب سیاہ پوش کو کچھ بھی ہاتھ نہ آیا تو وہ چپکے سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ اُس کے جانے کے بعد عنبر کچھ دیر دم سادھے بستر پر لیٹا رہا۔ پھر اُٹھا اور اُس نے کواڑ اندر سے بند کر لیے۔ وہ حیران تھا کہ سیاہ پوش نے باہر کھڑے ہو کر اندر لگی ہوئی کنڈی کیسے کھول لی؟ وہ کھڑکی کی سلاخوں کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ اُس نے جھانک کر نیچے گلی میں دیکھا۔ اُس کے دیکھتے ہی ایک سایہ لپک کر ایک طرف کو ہو گیا۔ عنبر نے صاف دیکھ لیا کہ وہ لنگڑا غلام تھا تو گویا وہ لنگڑا غلام بھی سیاہ پوش کے ساتھ سازش میں شریک تھا۔

عنبر نے کھڑکی بند کر دی اور پلنگ پر آ کر لیٹ گیا۔ باقی رات اُسے نیند نہ آئی۔ اُس نے سرہانے کے نیچے ہاتھ لے کر ہیرے کو دیکھا کہ اپنی جگہ پر موجود ہے۔ اسے تسلّی ہو گئی۔ مگر نیند اُس کی آنکھوں سے کوسوں دُور تھی۔ پچھلے پہر کہیں جا کر اُس کی آنکھ لگی اور وہ دن چڑھے تک

سویا رہا۔ جب لنگڑے غلام نے ناشتے کے لیے دروازہ کھٹکھٹایا تو دن کافی نکل آیا تھا۔ غلام ناشتہ لے کر اندر آ گیا۔

"حضور کافی دیر تک سوئے رہے۔ میں اس سے پہلے بھی دو بار آپ کا دروازہ کھٹکھٹا کر واپس چلا گیا ہوں۔ لیجئے ناشتہ حاضر ہے۔ میرا آقا آپ کو صبح کا سلام کہہ رہا تھا۔"

"اپنے آقا کو میرا بھی سلام کہنا اور شکریہ ادا کرنا۔"

لنگڑا غلام چپکے سے باہر نکل گیا۔ ناشتے کے بعد عنبر نے کپڑے پہنے۔ قیمتی ہیرے کو اپنی جوتی میں چھپایا اور جب لنگڑا غلام برتن لینے آیا تو اُسے کہا:

"اپنے آقا سے کہو کہ میں نئی حویلی دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"بہت بہتر حضور، آپ تیار ہو جائیں۔ میں ابھی حاضر ہو کر آپ کو نئی حویلی میں لیے چلتا ہوں۔"

عنبر کمرے سے نکل کر باہر صحن میں آ کر فوارے کے پاس سنگِ مرمر کی کرسی پر بیٹھ کر لنگڑے غلام کا انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں سیاہ پوش بھی اپنے سیاہ لباس میں ملبوس وہاں آ گیا۔ اُس کا چہرہ بڑا ہشاش بشاش تھا۔ رات کو اُسے جو ہیرا تلاش نہ کر سکنے پر نا اُمیدی ہوئی تھی، اُس کا اُس کے چہرے پر ذرا سا بھی اثر نہیں تھا۔ اُس نے مسکراتے ہوئے عنبر سے ہاتھ ملایا:

"خوب صورت ایران کی پہلی صبح مبارک ہو بھائی۔"

"آپ کو بھی صبح مُبارک ہو"
"چلیے میرے ساتھ، مَیں خود آپ کو چل کر حویلی دکھاتا ہُوں۔ بلکہ آپ ابھی سے اُس حویلی پر قبضہ کر لیجئے۔ اُسے اپنی حویلی ہی سمجھیے اور بیماروں کا علاج شروع کر دیجئے۔ دُکھی انسانوں کی خدمت کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے"
"ضرور ضرور، مَیں تو اسی لیے تیار ہو کر آیا ہوں"
"تو پھر تشریف لے چلیے"

اور عنبر سیاہ پوش کے ساتھ ایک رتھ میں سوار ہو کر نئی حویلی کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہ نئی حویلی شہر کے کنارے پر ایک گنجان محلے کی چھتی ہوئی گلی میں واقع تھی۔ چھت کی وجہ سے گلی میں دِن کے وقت بھی ٹھنڈا ٹھنڈا اندھیرا سا پھیلا ہوا تھا۔ حویلی کافی کھُلی تھی اور اندر صحن میں اناروں کے درخت لگے تھے جن کی ٹہنیاں سرخ سرخ موٹے اناروں سے لدی پھندی تھیں۔

عنبر کے لیے یہ جگہ بڑی موزوں تھی۔ اُس نے اُسی روز اپنا سامان سیاہ پوش کے مکان سے لا کر نئی حویلی میں رکھ دیا۔ باہر ایک لکڑی کی تختی لگادی جس پر پارسی کی زبان میں لکھا تھا کہ یہاں بیماروں کا علاج ہوتا ہے۔ دوپہر کے کھانے پر عنبر سرائے میں آیا تو سیاہ پوش نے کہا کہ کھانے کے بعد وہ اُس کی بیمار بیوی کو چل کر دیکھ لے۔ عنبر نے سوچا کہ یہ کام بھی کر ہی ڈالنا چاہیے۔ اُس نے کہا کہ وہ ضرور چل کر اُس کی بیمار

بیوی کا معائنہ کرے گا۔ معلوم ہُوا کہ اُس کی یمن کی بیوی شہر سے باہر ایک مکان میں رہتی ہے۔ عنبر سیاہ پوش شہر سے باہر آ گیا۔ جس مکان میں اس کی یمنی بیوی رہتی تھی وہ ایک منزلہ تھا اور اُس کے صحن میں مرد کے درخت دیوار کے اُوپر سے صاف نظر آ رہے تھے۔ سیاہ پوش گھوڑے پر سے اُتر کر عنبر کو مکان کے اندر لے گیا اور ایک سجے ہُوئے کمرے میں بٹھا دیا خود وہ اپنی بیوی کو لینے چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُسے کچھ اس قسم کی زنانہ چیخ کی آواز سنائی دی جیسے کسی نے عورت کے سینے میں خنجر گھونپ دیا ہو۔ وہ پریشان ہو کر اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہُوا۔ چیخ کی آواز فضا میں گُم ہو چکی تھی۔

سیاہ پوش کون تھا؟

•

عورت کی چیخ کی آواز بڑی خوف ناک تھی۔

لیکن یہ آواز ایک بار گونج کر دوبارا سنائی نہ دی۔ عنبر کچھ پریشان بھی ہوا کہ یہ چیخ کی آواز کس عورت کی تھی۔ کیا یہ سیاہ پوش کی بیوی کی آواز تھی؟ وہ اسی پریشانی میں تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور سیاہ پوش اپنی مکار ہنسی کے ساتھ نمودار ہوا۔ اس نے عنبر کی طرف ہاتھ پھیلا کر کہا:

"میرے ساتھ آؤ میرے بھائی، آپ کا بیمار آپ کا انتظار کر رہا ہے"

عنبر ایک پریشان خاموشی کے ساتھ سیاہ پوش کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ وہ اُسے صحن میں اُگے ہوئے سرو کے درختوں میں سے ہو کر برآمدے والے کمرے کا دروازہ کھول کر اُس جگہ لے آیا جہاں کوئی عورت اپنے سیاہ بال کھولے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ اُس عورت کا چہرہ دوسری طرف تھا۔ یہ سیاہ پوش کی بیوی تھی جسے سوتے میں رات کو چلنے کا مرض لاحق تھا۔ سیاہ پوش نے کہا:

"مرجانہ، دیکھو کون آیا ہے؟"

عورت نے بستر پر کوئی حرکت نہ کی۔ سیاہ پوش عنبر کو لے کر بستر

کے قریب آ گیا۔

"یہ دیکھو، حکیم صاحب آئے ہیں۔ لیکن یہ ایک نوجوان حکیم ہے اور تبت سے چل کر ماژندران آیا ہے۔ یہ تمہارا علاج کرے گا۔ تم بہت جلد اچھی ہو جاؤ گی"

عورت نے پہلو بدل کر عنبر کو دیکھا۔ یہ ایک دُبلی پتلی گندمی رنگ کی بڑی پیاری لڑکی تھی جس کی آنکھیں نیلی تھیں اور چہرے پر ایک گہری اُداسی چھائی ہُوئی تھی۔ وہ انتہائی قیمتی ریشمی لباس پہنے ہوئے تھی مگر معلوم ہو رہا تھا کہ اُسے کسی نے زبردستی وہاں قید کر رکھا ہے۔

سیاہ پوش نے کھا جانے والی نظروں سے مرجانہ کو گھُور کر دیکھا۔ مرجانہ کے چہرے پر زبردستی کی مُسکراہٹ پیدا ہُوئی اور اُس نے عنبر کی طرف ذرا سا مُسکرا کر کہا:

"دیوتا اہرمن آپ کی عمر لمبی کرے۔ آپ سے مِل کر بڑی خوشی ہُوئی"

سیاہ پوش خوش ہو کر بولا:

"دیکھا بھائی عنبر، میری بیوی اگرچہ پارس کی رہنے والی نہیں ہے مگر اُس نے میری خاطر، اپنے خاوند کی خاطر ہمارا مذہب قبول کر لیا ہے۔ اب یہ بھی میری طرح آتش پرست ہے۔ بہر حال اِس کی بیماری نے مجھے بہت پریشان کر رکھا ہے۔ تم اِس کا علاج کرو، تاکہ یہ صحتمند ہو کر میرے ساتھ مُلک مُلک کی سیریں کرے"

"جناب، میں پوری کوشش کروں گا۔ بی بی ذرا نبض دکھاؤ۔"
مرجانہ نے اپنا ہاتھ عنبر کی طرف بڑھایا۔ عنبر نے نبض دیکھی تو وہ بالکل ٹھیک چل رہی تھی۔ اُسے صرف کمزوری محسوس ہوئی۔ یہ کمزوری کسی خوف کی وجہ سے تھی۔ ایسے لگتا تھا کہ مرجانہ پر کوئی دباؤ ڈالا ہُوا ہے۔ اُس پر کسی چیز کا خوف طاری ہے جس کی وجہ سے اُس کا چہرہ اُداس اور اُترا ہُوا تھا۔ سیاہ پوش نے پُوچھا:
"کیوں میاں عنبر، کیا خیال ہے؟"
عنبر نے کہا:
"آپ کی بیگم صاحبہ بیمار ہیں۔ ان کا باقاعدہ علاج کیا جائے گا۔ ان کے اندر خون کی زبردست کمی ہے اور راتوں کو ان کا اُٹھ کر چلنا اِسی خون کی کمی کی وجہ سے ہے۔"
"عنبر بھائی، مَیں اپنی ساری دولت لُٹا دوں گا۔ کسی طرح میری اِس بیوی کو صحت مند کر دیں۔"
"مَیں پوری کوشش کروں گا۔ اس کے لیے مجھے دن میں ایک بار یہاں آکر انہیں دیکھنا اور دوا پلانا ہوگی۔"
"میرا غلام آپ کو اپنے ساتھ لے آیا کرے گا۔ وہ آپ کی خدمت کے لیے تیار ہوگا۔"
"مَیں اکیلا ہی آجایا کروں گا۔ اس میں غلام کی ضرورت نہیں ہے۔"
"نہیں نہیں بھائی، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ میری بیگم کا علاج کرنے

آئیں اور غلام آپ کے ساتھ نہ ہو۔ غلام تو آپ کے پیچھے پیچھے ہاتھ باندھ کر چلا کرے گا "

" جیسے آپ کی خوشی "

عنبر سمجھ گیا کہ سیاہ پوش اپنی بیگم پر اثر ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے کہ وہ اس سے بے حد پیار کرتا ہے اور اس کی بیماری سے بہت پریشان ہے اور اپنی ساری دولت لٹا کر بھی اس کا علاج کرانا چاہتا ہے؛ چنانچہ اس نے زیادہ انکار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اس دوران میں عنبر نے محسوس کیا کہ سیاہ پوش کی بیگم مرجانہ نے دو ایک بار عنبر کی طرف ایسی نظروں سے دیکھا تھا جیسے اُسے کہہ رہی ہو :

" دیوتا اہرمن کے لیے مجھے اِس ظالم شخص سے نجات دلاؤ۔ یہ جو کچھ کہہ رہا ہے بالکل جھوٹ ہے۔ بالکل جھوٹ ہے "

مگر وُہ بے بس تھی، مجبور تھی۔ زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ وُہ سیاہ پوش کے ساتھ واپس اپنی حویلی میں آگیا۔ یہاں کئی بیمار اس کا انتظار کر رہے تھے۔ تختی کے لگتے ہی محلّے کے بے شمار بیمار مرد، عورتیں اور بچے اُس کی حویلی کے باہر آکر بیٹھ گئے تھے۔ اب عنبر کو محسوس ہوا کہ شہنشاہ دارا کو اپنی رعایا کی صحت کے بارے میں اتنا خیال نہیں ہے جبکہ آج سے دو ہزار برس پہلے مصر کے فرعونوں کے زمانے میں ایسا نہیں تھا۔ وہاں گلی گلی، محلّے محلّے فرعون کی طرف سے ایک حکیم مقرر تھا۔ جو بیماروں کا علاج مُفت کیا کرتا تھا۔ عنبر نے پوری توجہ سے بیماروں کو

دیکھنا اور پھر انہیں دوائی دینا شروع کر دیا۔ دوسرے روز دوپہر کے کھانے کے بعد عنبر گھوڑے پر سوار ہو کر سیاہ پوش کی بیگم مرجانہ کے گھر کی طرف چل پڑا۔ لنگڑا غلام اُس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ مکان پر پہنچ کر اُس نے غلام کے ذریعے اندر پیغام بھجوایا۔ مرجانہ نے اُسے اندر بُلا لیا۔ وُہ اُسی طرح بستر پر اُداس چہرہ لیے لیٹی تھی۔ عنبر نے اُس کی نبض دیکھی۔ اُس کو ایک خاص طاقت ور عرق کے چند قطرے پلائے۔ ماتھے پر ایک تیل کی مالش کی اور اجازت طلب کی۔ مرجانہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ صرف خاموش اور بے بس نظروں سے اُسے تکتی رہی۔ لنگڑا غلام اس کے پاس ہی کھڑا تھا۔ عنبر نے سلام کیا اور مکان سے باہر نکل آیا۔

اب ذرا اُس سانپ کا بھی حال سُنیے جو مرتبان میں بند تھا اور غائب ہو گیا۔

جس روز عنبر دن کے وقت شہر کی سَیر کو نکلا تو اُسی روز اُس کے جانے کے بعد سیاہ پوش کے لنگڑے غلام نے اپنے مالک کے حکم پر عنبر کے کمرے کی پُوری پُوری تلاشی لی۔ قیمتی ہیرا تو اُسے نہ مل سکا کیونکہ عنبر اُسے اپنے ساتھ ہی لے گیا تھا۔ مگر پلنگ کے نیچے مرتبان دیکھ کر لنگڑے کے دل میں خیال پیدا ہُوا کہ اسے بھی دیکھا جائے کہ اس کے اندر کیا ہے؟ اُس نے ابھی مرتبان کا ڈھکنا اُٹھایا ہی تھا کہ اندر سے سانپ کی پُھنکار سنائی دی۔ اس نے ڈھکنا واپس رکھ دیا۔ مگر ڈھکنا ذرا ترچھا رکھا گیا۔ اس میں اتنی جگہ خالی رہ گئی تھی کہ وہاں سے سانپ اگر

چاہے تو باہر نکل آئے۔ لنگڑا غلام باہر نکل گیا تو سانپ بھی مرتبان کے اندر سے باہر نکل آیا۔ اُس کے سانپ کی جُون میں رہنے کے دن پُورے ہونے والے تھے اور اب اُس کو کسی بھی انسان کے رُوپ میں آنے کی طاقت ملنے ہی والی تھی۔

یہی وجہ تھی کہ وُہ بے چین تھا اور چاہتا تھا کہ کسی طرح مرتبان سے باہر آ جائے۔ چونکہ لنگڑے غلام نے مرتبان کے ڈھکنے کو ہاتھ لگا دیا تھا اس لیے اُس کی بُو وہاں باقی رہ گئی تھی۔ سانپ اس کی بُو پا کر کمرے سے باہر نکل آیا اور جدھر کو بُو جا رہی تھی۔ اُدھر ہی کو چل پڑا۔ لنگڑا غلام اُس وقت سیاہ پوش کے پاس کھڑا اُسے بتا رہا تھا کہ عنبر کے کمرے میں قیمتی شاہی ہیرا کہیں بھی نہیں ہے۔ صرف مرتبان میں ایک سانپ تھا جو وہ وہیں چھوڑ آیا ہے۔

"سانپ؟ کیسا سانپ؟" سیاہ پوش نے حیرانی سے پُوچھا۔

"بڑا کالا ناگ تھا حضور، اس کی پھنکار سُن کر تو میرا کلیجہ دہل گیا تھا۔ اگر میں جلدی سے ڈھکن بند نہ کرتا تو وُہ مجھے ضرور ڈس لیتا۔"

"مگر عنبر کے ساتھ سانپ کا کیا کام؟"

"حضور، یہ حکیم لوگ سانپ، بچھو ضرور اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ کیا خبر ان کی دوائیں بناتے ہوں۔"

"شاید ـــــ بہرحال میرے جاسوسوں نے تبت سے غلط اطلاع نہیں دی تھی۔ شاہی ہیرا اس نوجوان حکیم کے پاس ہی ہے۔ اس نے ضرور اُسے

کسی خاص جگہ چھپا کر رکھا ہوا ہے۔ ہمیں ہر قیمت پر وہ ہیرا حاصل کرنا ہے۔ اس وقت اُس ہیرے کی قیمت کا تم اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اگر وہ ہیرا کسی طرح مجھے مل جائے تو میں اُسے شہنشاہ دارا کی خدمت میں پیش کر کے اس صوبے ماژندران کا گورنر مقرر ہو سکتا ہوں۔ شہنشاہ دارا اس قدر قیمتی ہیرا پا کر بے حد خوش ہوگا۔"

"مگر ہم اُسے کہاں تلاش کریں حضور؟ جہاں یہ حکیم عنبر رہتا ہے اُس کمرے کا تو میں نے کونہ کونہ چھان مارا ہے۔"

"آج رات میں خود جا کر تلاشی لوں گا۔"

اور یہ وہی رات تھی جب سیاہ پوش خود تلاشی لینے عنبر کے کمرے میں چھپ کر آیا تھا۔ مگر ناکام واپس گیا تھا۔ ادھر سانپ لنگڑے غلام کی بُو پر برابر اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ آخر رات کو وہ اُس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ مگر سانپ کے وہاں پہنچتے ہی غلام وہاں سے کسی کام سے باہر نکل گیا۔ سانپ نے اُس کی کوٹھڑی میں رہنا مناسب نہ سمجھا اور وہ حرمل کے صحن میں فوارے کے پاس والے اناروں کی جھاڑیوں میں آ کر چھپ گیا۔

جس روز لنگڑا غلام عنبر کو ساتھ لے کر مرجانہ کے مکان پر گیا۔ اُس روز سانپ نے محسوس کیا کہ لنگڑے غلام کی بُو غائب ہو گئی ہے۔ وہ دوپہر کے بعد تک اُسی جگہ فوارے کے پاس اناروں کے درختوں میں چھپا بیٹھا رہا۔ وہ واپس عنبر کے کمرے میں جانے کے لیے وہاں سے مُڑا تو اُس نے محسوس کیا کہ فضا میں عنبر کی بُو بھی غائب ہے۔ وہ ابھی تک سانپ تھا۔

اور صرف بُو سے انسانوں کو پہچانتا تھا۔ لنگڑے غلام کی بُو کے پیچھے وُہ اِس لیے لگا تھا کہ اُس نے اُسے مرتبان میں پریشان کیا تھا۔ اپنی فطرت کے مطابق اب وُہ اُسے ہلاک کرنا چاہتا تھا۔

دوپہر کے بعد سانپ نے محسوس کیا کہ لنگڑے غلام کی بُو دُور سے آرہی ہے۔ وُہ چوکس ہوگیا۔ اُس وقت غلام عنبر کو ساتھ لے کر مرجانہ کے مکان سے واپس آرہا تھا۔ عنبر تو اپنی حویلی میں چلا گیا اور لنگڑا غلام سیدھا سیاہ پوش کے کمرے میں آگیا۔ جب وہ اناروں کے درختوں کے قریب سے گزرا تو سانپ بھی جھاڑیوں سے نکل کر اُس کے پیچھے ہولیا۔ غلام سیاہ پوش کے کمرے میں چلا گیا۔ اس نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ سانپ چاروں طرف گھوم پھر کر اندر جانے کا راستہ تلاش کرنے لگا۔ اندر غلام سیاہ پوش سے باتیں کر رہا تھا۔

"کیا عنبر حکیم نے مرجانہ کو دوائی پلائی تھی؟"

"جی ہاں حضور، میری آنکھوں کے سامنے دوائی پلائی تھی۔"

"مرجانہ نے حکیم سے کوئی بات کرنے کی کوشش تو نہیں کی؟"

"نہیں حضور، بالکل نہیں۔ وہ تو بس دم سادھے پلنگ پر لیٹی رہی اور حکیم اُس کے ماتھے پر کسی تیل کی مالش کرتا رہا۔ لیکن حضور، آخر اِس کا انجام کیا ہوگا؟"

"کیا کہنا چاہتے ہو تم؟"

غلام نے دست بستہ ہو کر عرض کی:

"حضور، مَیں نے آپ کا نمک کھایا ہے۔ مَیں آپ کا غلام ہُوں۔ مجھے سب سے زیادہ آپ کی زندگی اور آپ کی سلامتی کی فکر ہے۔ اگر آپ کو کچھ ہوگیا تو مَیں آپ کے قدموں میں ہی جان دے دوں گا۔"

سیاہ پوش نے مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہُوئے کہا :

"مجھے کچھ نہیں ہوسکتا۔ میری زندگی کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میں ایک نہ ایک دن اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہُوں گا اور ایک دن اس صوبے کا گورنر ہوں گا ـــــ صوبے کا سب سے بڑا آدمی ہُوں گا۔"

لنگڑا غلام سر جُھکا کر بولا :

"دیوتا اہرمن آپ کو اس سے بھی زیادہ عزت عطا کرے لیکن آپ کو یہ بات ہرگز نہیں بھولنی چاہیے کہ مرجانہ یونان کے صوبے دار یوریڈس کی اکلوتی بیٹی ہے جسے آپ اغوا کر کے لے آئے ہیں اور یونان کے ساتھ شہنشاہ دارا کی سخت دشمنی ہے۔ بلکہ شہر میں یہ خبر گرم ہے کہ سکندرِ اعظم بہت جلد ایران پر بھی حملہ کرنے والا ہے۔ اس صورت میں آپ کی زندگی یقیناً خطرے میں ہوگی۔"

سیاہ پوش نے قہقہہ لگا کر کہا :

جس شے کو تم میری کمزوری سمجھ رہے ہو، اصل میں وہی میری سب سے بڑی طاقت ہے۔ مَیں تو صرف مرجانہ کے صحت مند ہونے کا انتظار کر رہا ہُوں۔ جس روز یہ صحت مند ہو گئی۔ اُسی روز میں اِسے لے کر شہنشاہ دارا کے دربار میں حاضر ہُوں گا اور کہوں گا کہ عالم پناہ، مَیں آپ کی خدمت میں

آپ کے دشمن کی بیٹی کو گرفتار کرکے پیش کرنے آیا ہوں اور اس کے ساتھ تبت کا شاہی ہیرا بھی ہوگا جو اِس وقت عنبر کے قبضے میں ہے۔ پھر مَیں اِس صوبے کا صوبے دار ہُوں گا اور یہ شہر میرے قدموں میں ہوگا "

" لیکن حضُور، تبت کا شاہی ہیرا تو ابھی تک ہمارے قبضے میں نہیں ہے "

" وہ بھی میرے قبضے میں آجائے گا اور مرجانہ بھی صحت مند ہو جائے گی۔ میں ایک تیر سے دو نشانے لگا رہا ہُوں۔ عنبر سے مَیں قیمتی ہیرا حاصل کرنے میں بھی کام یاب ہو جاؤں گا اور وہ مرجانہ کو بھی صحت مند کر دے گا۔ کہو، اب کیا خیال ہے لنگڑے؟ "

" حضور مالک ہیں جو چاہیں گے ویسا ہی ہوگا۔ مجھے تو چوں کہ آپ کی سلامتی عزیز ہے اس لیے کسی وقت فکر لگ جاتا ہے کہ کہیں آپ کے دُشمنوں کو کچھ ہو نہ جائے "

" بے فکر رہو۔ سیاہ پوش ایک طاقت ور انسان ہے۔ اُس نے اِس صوبے کا گورنر بننا ہے۔ اُسے کوئی شکست نہیں دے سکتا "

" دیوتا اہرمن آپ کی حفاظت کرے "

" لیکن ایک بات کا خاص خیال رکھنا تم "

" وُہ کون سی بات حضُور؟ "

یہی کہ عنبر جب بھی مرجانہ کو دیکھنے اور اس کا علاج کرنے جائے

وُہ اس کے ساتھ تنہائی میں کوئی بات نہ کرنے پائے۔ اگر کسی طرح مرجانہ
نے عنبر کو اصل حقیقت سے خبردار کر دیا تو پھر میرے لیے خطرہ پیدا ہو
سکتا ہے۔ کیونکہ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ عنبر ایک خاص قسم کا انسان
ہے جو ہر خطرے کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے مرجانہ کی فریاد سُن
کر عنبر اس کو بچانے کی کوشش کرے۔"

"ایسا کبھی نہیں ہو گا حضور، مَیں انہیں کبھی تنہائی کا موقع نہیں
دوں گا۔ مگر سرکار، کہیں مرجانہ رات کو سوتے میں چلتی ہُوئی حکیم کے
گھر نہ پہنچ جائے۔"

"اُس کا میں نے بندوبست کر لیا ہے۔ مَیں مرجانہ کا پاؤں ہر رات
زنجیر سے باندھ دیتا ہُوں جو پلنگ کے پائے کے ساتھ بندھی ہُوئی ہے۔
وُہ اگر چاہے بھی تو اپنے پلنگ سے اُٹھ کر کہیں نہیں جا سکتی۔"

اندر یہ باتیں ہو رہی تھیں اُدھر ناگ پھنی سانپ نے دیوار کے اُوپر
چڑھ کر روشن دان میں سے اندر کمرے کی دیوار پر رینگنا شروع کر دیا تھا۔
وہ ریشمی پردوں کے پیچھے سے رینگتا ہُوا نیچے قالین پر آ گیا اور لنگڑے
غلام کی بُو پا کر اس کی طرف بڑھنے لگا۔ اس وقت غلام ستون کے
پاس کھڑا اپنے مالک سیاہ پوش سے باتیں کر رہا تھا۔ سانپ نے یہ
موقع غنیمت جان کر ایک طرف سے اُس پر حملہ کر دیا۔ سیاہ پوش نے
سانپ کو عین موقع پر دیکھ لیا تھا۔ اُس نے چیخ مار کر غلام کو خبردار
کر دیا۔ لنگڑا غلام اُچھل کر پلنگ کے اُوپر جا گرا۔ اس دوران میں سیاہ پوش

نے سنگ مرمر کا ایک گلدان اُٹھا کر سانپ پر زور سے دے مارا۔ گلدان اگر سیدھا سانپ کو لگ جاتا تو اُس کے دو ٹکڑے ہو جاتے۔ مگر وُہ ستون کے ساتھ ٹکرا کر خود دو ٹکڑے ہوگیا اور اُس کا ایک ٹکڑا سانپ کی کمر پر لگا جس سے وہ سخت زخمی ہوگیا۔ سیاہ پوش نے دیوار کے ساتھ لٹکی ہوئی تلوار کھینچی اور اُسے لہراتا ہُوا سانپ کی طرف بڑھا مگر سانپ دیوار کے اوپر رینگتا ہُوا اب روشندان کے پاس پہنچ گیا تھا۔ روشن دان سے نکل کر وُہ مکان کے صحن میں آ گیا اور یہاں سے ہو کر وہ اناروں کے درختوں میں جھاڑیوں میں جا کر چُھپ گیا۔

سیاہ پوش اور غلام اُسے تلاش کرتے کرتے تھک گئے مگر سانپ انہیں نہ ملا۔ وُہ سخت زخمی حالت میں انار کے درختوں میں پڑا تھا۔ چونکہ سانپ انسان کی شکل اختیار کرنے کی طاقت حاصل کرنے والا تھا، اس لیے اُس میں اتنی صلاحیت پیدا ہوگئی تھی کہ اس کا زخم تھوڑی دیر بعد اپنے آپ ٹھیک ہو جاتا تھا اور ایسا ہی ہُوا۔ سانپ جھاڑیوں میں بے سُدھ ہوکر پڑا رہا اور اُس کی کمر کا زخم آپس میں ملنا شروع ہوگیا۔ کچھ دیر گزرنے پر اس کا زخم بالکل اچھا ہوگیا تھا۔ اُسے دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ وہ پورا صحت مند اور طاقت ور سانپ ہے۔ سانپ صحت مند ہونے کے بعد جھاڑیوں میں سے نکلا۔ ذرا پرے ٹوٹی ہوئی دیوار تھی۔ اُس کے نیچے ایک گہرا سوراخ تھا۔ سانپ اس سوراخ کے اندر جا کر لیٹ گیا۔

اُسے عنبر کی بُو بالکل نہیں آ رہی تھی۔

مَیں سانپ ہُوں

•

سارا دن اور ساری رات سانپ انار کی جھاڑیوں میں چھُپا رہا۔

اُسے عنبر کی ہلکی سی بُو بھی نہیں آ رہی تھی اور وُہ خود عنبر کے گھر جانے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔ اِس لیے کہ اب اُس میں انسان کی شکل میں آنے کی طاقت آنے ہی والی تھی۔ اِس کی وجہ سے سانپ کے اندر انسانوں ایسی عقل پیدا ہو رہی تھی اور بُو پا کر انسان کو سونگھنے کی صلاحیت کم ہوتی جا رہی تھی۔ اب وہ دو انسانوں کی آپس میں گفتگو بھی سمجھنے لگا تھا۔ عنبر کو وُہ بڑی اچھی طرح سے پہچاننے لگا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ عنبر اس کا مالک بھی ہے اور دوست بھی ہے اور اُس نے اُس کی جان بچائی تھی۔ وُہ جھاڑیوں میں چھُپا بیٹھا رہا۔ اُدھر عنبر کے دل میں یہ خواہش زور پکڑتی جا رہی تھی کہ وہ معلوم کرے مرجانہ کون ہے اور سیاہ پوش اُسے کہاں سے اٹھا کر لے آیا ہے؟ ایک روز وہ دوائی پلانے کے بہانے مرجانہ کے کمرے میں آیا۔ لنگڑا غلام سائے کی طرح اُس کے ساتھ ساتھ لگا تھا۔ عنبر نے سوچا جب تک یہ غلام اس کے ساتھ ساتھ لگا رہے گا۔ وُہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ لیکن لنگڑے غلام سے پیچھا چھڑانا بھی بڑا مشکل تھا۔

اب ایسا اتفاق ہُوا کہ جس کمرے میں عنبر مرجانہ کی تیمارداری کر رہا تھا اُس کمرے میں سانپ بھی نکل آیا۔ جب سانپ نے سامنے آکر اپنا پھَن کھڑا کیا تو عنبر نے اُسے فوراً پہچان لیا۔ مرجانہ سہم گئی اور لنگڑا غلام چیخ مار کر باہر بھاگ گیا۔ عنبر نے سانپ کو اشارہ کیا کہ وہ کمرے کے دروازے پر بیٹھ کر پہرہ دے تاکہ لنگڑا دوبارا اندر نہ آ سکے۔ سانپ نے عنبر کی ہدایت سُن کر وہاں سے رینگنا شروع کر دیا اور وُہ دروازے کے بیچ میں آکر بیٹھ گیا۔ اُس نے اپنا پھَن اُسی طرح اُوپر اُٹھا رکھا تھا۔

عنبر نے میدان صاف پاکر مرجانہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا :

"بہن مرجانہ، مجھے اپنا بھائی سمجھو اور جو کچھ پُوچھوں صاف صاف بتانا۔"

مرجانہ نے بے بسی کے عالم میں کمرے میں چاروں طرف دیکھا اور کہا :

"کیا آپ واقعی مجھ سے اپنی بہن ایسی محبّت کرتے ہیں ؟"

"ہاں مرجانہ، مَیں نے تمہیں بہن کہا ہے تو یقین کرو میں تمہیں اپنی بہن ہی سمجھتا ہُوں۔ مجھے اپنی ساری کہانی سناؤ۔ مجھے بتاؤ کیا تم سیاہ پوش کی بیوی ہو ؟"

مرجانہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس نے سر ہلا کر کہا :

"نہیں، مَیں سیاہ پوش کی بیوی نہیں ہُوں۔"

عنبر نے حیرانی سے پُوچھا :

"تو پھر ___ تو پھر تم کون ہو ؟"

مرجانہ بولی :

" میرے بھائی میری دردبھری کہانی سُن کرتم بھی رونے لگ پڑو گے ۔ مَیں مرجانہ ہُوں ۔ یونان کے صوبہ کریٹ کے صوبے دار یوریڈیس کی بیٹی مرجانہ ___ اور ___ اور یہ سیاہ پوش مکار مجھے کریٹ سے اغوا کرکے لے آیا ہے ۔"

عنبر تو حیران رہ گیا :

" تو ___ تو کیا تم یونانی صوبے دار یوریڈیس کی بیٹی ہو ؟ "

" ہاں ___ مَیں بدنصیب یوریڈس کی بیٹی ہُوں ۔ نہ جانے میری جدائی میں میرے باپ کا کیا حال ہوگا ۔"

عنبر یہ سُن کر بے حد حیران ہُوا کہ مرجانہ یونان کے ایک عظیم سردار کی بیٹی تھی اور سیاہ پوش اُسے اغوا کرکے لے آیا تھا ۔ اُس نے پُوچھا :

" لیکن وُہ تمہیں کس لیے یونان سے اغوا کرکے یہاں لے آیا ہے ؟ کیا وُہ تمہیں کہیں فروخت کرنا چاہتا ہے ؟"

مرجانہ نے کہا :

" مَیں نے اُسے لنگڑے غلام سے کہتے سنا ہے کہ وُہ میرے صحت مند ہونے کا انتظار کر رہا ہے ۔ اس کے بعد وُہ مجھے ایران کے شہنشاہ کے حضور پیش کرکے انعام و اکرام حاصل کرنا چاہتا ہے ۔"

"کیا تم واپس اپنے باپ کے پاس جانا چاہتی ہو؟"
"کیوں نہیں۔ میں تو اپنے باپ سے جُدا ہو کر انتہائی ذلت کی زندگی بسر کر رہی ہوں۔ کاش، میرے پَر لگ جائیں اور میں یہاں سے اُڑ کر اپنے پیارے باپ کے پاس پہنچ جاؤں۔"
"فکر نہ کرو، تمہارا باپ بھی تمہارے لیے ضرور کچھ نہ کچھ کر رہا ہوگا۔"
"پیارے بھائی، یونان اور ایران کی آپس میں سخت دشمنی ہے۔ نہ یونان کا کوئی شخص ایران میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ ایران کا کوئی آدمی یونان کی سرحدوں کے اندر جا سکتا ہے۔ ان حالات میں بھلا میرا غم نصیب باپ سوائے اس کے اور کیا کر سکتا ہے کہ وہ ایران اور یونان کی جنگ کا انتظار کرے۔"
عنبر نے مرجانہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا:
"نیک دل بہن، گھبراؤ نہیں۔ تمہارا بھائی تمہاری ضرور مدد کرے گا۔"
"کاش، تم میری مدد کر سکتے۔"
"میں ہر ممکن کوشش کروں گا مرجانہ — تم فکر مت کرو۔"
ابھی وہ یہ باتیں کر رہے تھے کہ دروازے کے باہر سیاہ پوش نمودار ہوا۔ اُس کے ساتھ لنگڑا غلام بھی تھا۔ وہ قہر آلود نظروں سے سانپ کو دیکھنے لگا جو عین دروازے کے بیچ میں پھن پھیلائے کھڑا تھا۔ عنبر خاموش ہو گیا اور مرجانہ کی نبض دیکھنے لگا۔ اُسے فکر ہوا کہ کہیں سیاہ پوش

سانپ کو ہلاک نہ کردے۔ کیونکہ وہ سانپ عنبر کے لیے اس اعتبار سے بڑا قیمتی تھا کہ اُسے ایک بہت بڑی طاقت قدرت کی طرف سے ملنے والی تھی۔ اُس نے سانپ کی طرف دیکھا۔ سیاہ پوش نے دُور سے کہا :

" عنبر بھائی، اس سانپ کو پتھر مار کر ہلاک کردو۔ یہ تمہیں کاٹ لے گا "

بھلا عنبر کو وُہ سانپ کیسے کاٹ سکتا تھا۔ اُس نے کہا :

" میں نے اسے مارنے کی بڑی کوشش کی ہے۔ یہ قابو میں نہیں آتا۔ اگر تم اسے مار سکتے ہو تو مار دو۔ مَیں خود اس کی وجہ سے یہاں قید ہو کر رہ گیا ہُوں "

سانپ عنبر کی باتیں سُن رہا تھا کہ وہ محض سیاہ پوش کو دھوکہ دینے کے لیے ایسا کر رہا ہے۔ اس نے سیاہ پوش کی طرف ذرا سا پھن جھکا کر بڑے زور کی پھنکار ماری۔ سیاہ پوش سہم کر پیچھے ہٹ گیا۔ عنبر نے سانپ کو اشارہ کیا کہ وہ راستہ چھوڑ کر اپنی جان بچانے کی کوشش کرے کیونکہ سیاہ پوش نیام میں سے تلوار نکال کر آہستہ آہستہ سانپ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

مرجانہ بڑی حیران ہوئی کہ عنبر سانپ سے کیسے باتیں کر رہا ہے اُس نے سرگوشی میں پُوچھا :

" بھائی! کیا سانپ تمہاری باتیں سن رہا ہے ؟ "

" شی، خاموش رہو "

عنبر نے مرجانہ کو خاموش کر دیا۔ اُدھر سانپ نے عنبر کی بات سُن لی تھی۔ اس نے اپنے بدن کو سمیٹا اور پلک جھپکنے کے اندر اندر وہاں سے ایسا غائب ہُوا کہ پھر کسی کو نظر ہی نہ آیا۔ سیاہ پوش اور لنگڑا غلام اُسے ڈھونڈتے ہی رہ گئے۔ سیاہ پوش نے قریب آکر کہا :

"اب میری بیگم کا کیا حال ہے عنبر ؟"

"پہلے سے یہ بہت بہتر ہیں !"

سیاہ پوش نے دیوتا اہرمن کا شکر ادا کرتے ہُوئے کہا :

"مَیں چاہتا ہُوں، کہ میری بیگم اس چاند کی پندرہ تاریخ تک بالکل اچھی ہو جائے تاکہ مَیں اسے سَیر کرانے کے لیے کوہ قاف کی طرف لے جاؤں"

مرجانہ نے عنبر کی طرف دیکھا۔ عنبر نے کہا :

"مَیں پُوری کوشش کروں گا جناب۔ اچھا اب اجازت دیجئے۔ کل پھر آؤں گا"

اتنا کہہ کر عنبر نے مرجانہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر خدا حافظ کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ باہر آکر جب وہ اناروں کے درختوں کے قریب سے گزر رہا تھا تو اس نے سانپ کی ہلکی سی پھنکار سُنی۔ وہ رُک گیا۔ سانپ جھاڑیوں میں سے ذرا سا باہر نکل کر اُسے دیکھ رہا تھا۔ گویا کہہ رہا ہو :

"کیا مجھے ان موذی دشمنوں کے پاس چھوڑ کر چلے جاؤ گے ؟"

عنبر نے اِدھر اُدھر دیکھ کر اطمینان کر لیا کہ وہاں کوئی نہیں ہے۔ پھر اُس نے آہستہ سے آگے بڑھ کر سانپ کو اٹھا کر اپنے لبادے کے اندر چھپا لیا اور گھر کی طرف چل پڑا۔ عین اس وقت سیاہ پوش اور لنگڑا غلام کمرے کی کھڑکی کے ساتھ لگے عنبر کو دیکھ رہے تھے۔ سیاہ پوش نے کھڑکی پر غصے میں ہاتھ مار کر کہا :

"مَیں نہ کہتا تھا یہ وہی سانپ ہے"

"مگر حضور، وہ سانپ تو شدید زخمی تھا۔ وُہ تو مر بھی چکا ہوگا"

"پھر عنبر کو اُسے لبادے میں چھپا کر لے جانے کی کیا ضرورت تھی۔ یقیناً یہ وُہی مرتبان والا سانپ ہے اور عنبر اس کی کسی خاص مقصد کے لیے پرورش کر رہا ہے۔ میں تمہیں حکم دیتا ہُوں کہ تم آج رات ہی اس سانپ کو جا کر ہلاک کر دو"

لنگڑے غلام نے ڈرتے ڈرتے کہا :

"مگر سرکار، سانپ کو مارنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"بکواس بند کرو" سیاہ پوش نے چیخ کر کہا۔ "مَیں جو حکم دیتا ہُوں اُس پر عمل کرو۔ آج ہی رات عنبر کے کمرے میں جاؤ اور جا کر سانپ کو فوراً ہلاک کر دو"

"جو حکم سرکار"

لنگڑے غلام نے جُھک کر کہا۔ وہ دل ہی دل میں بے حد خوفزدہ تھا کیونکہ وہ اس سانپ کو کوئی جادوگر سانپ سمجھ رہا تھا جو شدید

زخمی ہونے کے بعد بھی نہ صرف زندہ تھا بلکہ اس کے جسم پر زخم کا کوئی نشان تک نہیں تھا۔ لیکن وہ اپنے مالک سیاہ پوش کے حکم کے سامنے انکار نہیں کر سکتا تھا؛ چنانچہ اُس نے رات کو عنبر کے کمرے میں جاکر سانپ کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

لنگڑا غلام رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

اُدھر عنبر نے اپنے کمرے میں جاکر سانپ کو مرتبان میں بند کر کے بستر کے نیچے رکھ دیا۔ مگر احتیاطاً اس نے مرتبان کے ڈھکن کو ذرا سا ترچھا رکھا۔ اس لیے کہ سانپ کا انسانی شکل میں آنے کا وقت قریب آگیا تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ سیدھا اپنی اس حویلی میں چلا گیا جہاں اس کے مریض انتظار کر رہے تھے۔ عنبر بہت دیر تک مصروف رہا۔ اُسے رات ہو گئی۔ ابھی تک کتنے ہی مریض وہاں موجود تھے۔

اُدھر شام کے سائے گہرے ہوتے ہی لنگڑے غلام نے سانپ کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا اور وہ عنبر کی حویلی کی طرف چل پڑا۔ حویلی کے صحن میں جاکر اُس نے معلوم کر لیا کہ عنبر گھر پر موجود نہیں ہے۔ یہ ایک سنہری موقع تھا۔ لنگڑا اِس سنہری موقع سے پُورا پُورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ وہ دبے پاؤں چلتا ہوا عنبر کے کمرے کے باہر آ گیا۔ دروازہ بند تھا۔ اُس نے جیب سے لوہے کی سلاخ نکال کر دروازے کا تالا کھول دیا اور چپکے سے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ اس نے موم بتی جلائی۔ روشنی میں کمرے کی ہر شے صاف صاف

نظر آنے لگی۔ وہ یہ دیکھ کر ٹھٹھک گیا کہ عنبر کے بستر پر ایک نہایت حسین عورت زیورات اور ہیرے جواہرات کے ہار پہنے لیٹی ہوئی ہے۔

وہ حیرت کے ساتھ اسے دیکھنے لگا۔ اُسے خیال آیا کہ شاید عنبر نے کوئی کنیز خریدی ہے۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ آگے بڑھے یا واپس جائے کہ بستر پر لیٹی ہوئی عورت نے اس کی طرف دیکھ کر کہا:

"خُدا کے لیے مجھے اس ظالم حکیم عنبر سے بچاؤ۔ میرے سارے زیورات، میرے جسم کا سارا سونا لے لو اور اس ظالم کے پنجے سے مجھے آزاد کراؤ۔ وہ تالا لگا کر مجھے اندر قید کر کے چلا گیا ہے۔"

لنگڑا غلام بہت خوش ہوا کہ بیٹھے بٹھائے اسے اتنے قیمتی جواہرات اور زیورات مل رہے ہیں۔ اسے بچانے کا کیا ہے وہ ابھی اسے اپنے ساتھ لے چلے گا۔ اس نے کہا:

"تم کون ہو اور عنبر تمہیں یہاں کیوں لایا ہے؟"

حسین عورت نے کہا:

"میرا نام یوحا ہے۔ میں ملک شام کے ایک امیر سوداگر کی بیٹی ہوں۔ یہ ظالم شخص عنبر مجھے میرے گھر سے اٹھا کر لے آیا ہے اور اب یہ مجھے بازار میں بھیڑ بکریوں کی طرح فروخت کرنا چاہتا ہے۔ دلِ نادان کے لیے میری مدد کرو۔ میں یہ سارے ہیرے جواہرات کے زیورات تمہیں دے دوں گی۔"

لنگڑے غلام نے کہا:

" فکر نہ کرو، میں ابھی تمہیں اپنے ساتھ لے چلوں گا۔ مجھے ذرا ایک شئے تلاش کر لینے دو۔"

لنگڑے غلام نے خنجر نکال کر کمرے میں اِدھر اُدھر گھوم پھر کر وہ مرتبان تلاش کرنا شروع کر دیا جس کے اندر سانپ موجود تھا۔ عورت ڈر گئی۔ اُس نے کہا :

" خدا کے لیے یہ خنجر چھپا لو۔ کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟ مجھ پر رحم کرو۔ میں بڑی دُکھی عورت ہُوں "

غلام نے تنگ آ کر کہا :

" شور مت کرو، مَیں تمہیں قتل کرنا نہیں چاہتا۔ میں ایک سانپ کی تلاش میں ہُوں جو یہاں ایک مرتبان میں بند تھا۔ کیا تم نے اسے کہیں دیکھا ہے ؟"

عورت نے کہا :

" نہیں تو، مَیں نے تو یہاں کسی سانپ کو نہیں دیکھا "

اچانک غلام کی نظر بستر کے نیچے مرتبان پر پڑ گئی۔ اس کا ڈھکنا اُٹھا ہُوا تھا۔ اُس نے آگے بڑھ کر مرتبان کو ٹھوکر مار کر اُلٹ دیا اور خنجر تان کر کھڑا ہو گیا۔ اُس کا خیال تھا کہ اُس میں سے سانپ نکل کر باہر رینگنے لگے گا اور اُسے خنجر مار کر ہلاک کر دے گا لیکن مرتبان خالی تھا۔ اُس میں سے کچھ بھی باہر نہ نکلا۔

عورت نے کہا :

"دروازہ بند کر دو۔ اگر وہ اس کمرے میں ہوگا تو دروازہ کھلا پاکر باہر نکل جائے گا"!
لنگڑے غلام نے آگے بڑھ کر دروازے کو کنڈی لگا دی اور کمرے کی ساری چیزوں کو الٹ پلٹ کر سانپ کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔
اس دوران میں وہ عورت بڑے آرام اور سکون کے ساتھ بستر پر لیٹی اُسے دیکھتی رہی۔ جب لنگڑا سانپ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تنگ آگیا۔
تو عورت نے کہا :
"کیا تم واقعی سانپ کو ڈھونڈ رہے ہو ؟"
لنگڑے غلام نے طیش میں آ کر کہا :
"تو تم کیا سمجھتی ہو میں کیسے تلاش کر رہا ہُوں۔ سانپ ہی کو تو ڈھونڈ رہا ہُوں۔"
عورت بولی :
"اگر مرتبان میں بھی نہیں ہے، کمرے میں بھی نہیں ہے تو پھر سانپ کہاں چلا گیا ؟"
"جہنم میں چلا گیا ہوگا اور کہاں جانا ہے اُسے ؟"
عورت کہنے لگی :
"اگر سانپ تمہارے پاس آجائے تو تم کیا کرو گے ؟"
لنگڑے نے غصّے میں کہا :
"میں اُسے خنجر مار کر دو ٹکڑے کر دوں گا"!

عورت مُسکرا کر کہنے لگی :

"تو مجھے خنجر مار کر دو ٹکڑے کر دو۔ میں سانپ ہُوں "

لنگڑا غلام ہنستا ہُوا اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور بولا :

" تم بہت مذاقیہ عورت معلوم ہوتی ہو۔ بہرحال اگر سانپ مل گیا تو تمہیں اس کے ٹکڑے اُڑا کر دکھاؤں گا "

عورت نے لنگڑے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا :

"میری طرف غور سے دیکھو۔ میں سانپ ہُوں "

اب لنگڑے غلام نے محسوس کیا کہ وُہ عورت آنکھیں بالکل نہیں جھپک رہی تھی اور یہ خاص بات صرف سانپ میں ہوتی ہے کہ وہ پلکیں نہیں جھپکتا۔ ابھی لنگڑا غلام کچھ غور ہی کر رہا تھا کہ اچانک عورت نے پھنکار ماری اور وہ سانپ میں تبدیل ہو گئی۔ لنگڑے غلام کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ وہ خنجر والا ہاتھ سانپ پر مارنے ہی والا تھا کہ سانپ نے اچھل کر اُس کی گردن پر ڈس لیا اور خود رینگ کر دیوار کے اُوپر چڑھ گیا اور غلام کے تڑپ تڑپ کر مرنے کا تماشہ دیکھنے لگا۔ لنگڑا غلام سانپ سے ڈسوا کر وہاں سے اُٹھا۔ کنڈی کھولی اور کمرے سے باہر نکل کر بھاگ اُٹھا۔ عنبر کی حویلی میں سے نکل کر وُہ اپنے مالک کے مکان کی طرف دوڑنے لگا۔ اس دوران میں سانپ کے زہر نے اس پر اثر کرنا شروع کر دیا تھا۔ جُوں جُوں وُہ دوڑ رہا تھا سانپ کا زہر اتنی ہی تیزی کے ساتھ اُس کے خون میں حل ہو رہا تھا۔ پھر بھی

لنگڑا بھاگتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ وُہ سیاہ پوش کی حویلی میں پُہنچ کر صحن میں فوّارے کے پاس دھڑام سے گر پڑا۔

اُس کے گرنے کی آواز سُن کر سیاہ پوش لپک کر نیچے صحن میں آ گیا۔ اُس نے لنگڑے غلام کو زمین پر گرے ایڑیاں رگڑتے دیکھا تو پُوچھا:

"کیا ہُوا ہے تمہیں؟"

لنگڑے غلام کا گلا بند ہونا شروع ہو گیا تھا۔ وہ صرف سرگوشی کے انداز میں صرف اتنا ہی کہہ سکا کہ سانپ نے اُسے کاٹا ہے اور پھر مر گیا۔ وہ سیاہ پوش کو یہ نہ بتا سکا کہ سانپ کو اُس نے عورت کے رُوپ میں دیکھا ہے۔ سیاہ پوش کو بے حد دُکھ ہُوا کہ عنبر کے سانپ نے اس کے وفادار غلام کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مگر وہ مجبور تھا۔ اِس لیے کہ اُس کے پاس اِس بات کا کوئی ثبوت نہیں تھا کہ لنگڑے غلام کو عنبر کے سانپ نے ہی ہلاک کیا ہے۔ خاص طور پر اب جب کہ وُہ سانپ ایک عورت بن چکا تھا۔ پھر بھی اس نے عنبر سے اپنے غلام کی موت کا انتقام لینے کا فیصلہ کر لیا۔

یُونان کی طرف

•

عنبر کافی رات گئے واپس اپنے گھر آیا۔
وُہ اپنے کمرے میں داخل ہُوا تو یہ دیکھ کر وہیں رُک گیا کہ اُس کے بستر پر ایک حسین عورت لیٹی ہوئی ہے۔ جب اُس نے اُسے پُوچھا کہ وُہ کون ہے؟ تو وُہ اُٹھ کر اُس کے قریب آئی اور زمین پر بیٹھ گئی اور سر جُھکا کر کہا :

"اے میرے محسن، میں ناگ پھنی سانپ ہُوں۔ میرا وقت پُورا ہو گیا ہے اور اب دیوتاؤں نے مجھے اتنی طاقت دے دی ہے کہ میں جس وقت اور جب چاہوں کسی بھی انسانی شکل میں ظاہر ہو سکتا ہُوں"

"لیکن تم نے عورت کا رُوپ کیوں بدل رکھا ہے؟"

سانپ نے عنبر کو لنگڑے غلام کا سارا قصّہ سُنا دیا کہ کس طرح وہ اُسے ہلاک کرنے خنجر ہاتھ میں لے کر وہاں آیا تھا اور پھر کس طرح اُس نے اُسے ڈس دیا اور وہ بھاگ کر سیاہ پوش کے گھر پہنچ کر مر گیا ہے۔ عنبر نے کہا :

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا ناگ پھنی، ہمیں کسی کو یُوں ہی ہلاک نہیں کرنا چاہیے۔"

"میرے محسن، اگر میں اُسے ہلاک نہ کرتا تو وہ مجھے ہلاک کر دیتا۔"
عنبر نے کہا:
"چلو جو ہو گیا، اب اُس پر افسوس کرنے سے کیا حاصل ہو گا۔
بہر حال تم دوبارا سانپ بن کر مرتبان کے اندر آرام کرو۔ مجھے نیند
آرہی ہے۔"
"جو حکم میرے محسن!"
اتنا کہہ کر عورت نے پھنکار ماری اور وہ ایک دم سانپ کے
رُوپ میں آگئی اور چپکے سے رینگتی ہوئی اپنے مرتبان میں چلی گئی۔ عنبر
نے مرتبان اُٹھا کر ایک الماری میں رکھ کر باہر سے تالا لگا دیا۔ اب
چونکہ وہ ایک انسانی سانپ بن گیا تھا۔ اِس لیے اس کی حفاظت زیادہ
ضروری ہو گئی تھی۔ عنبر نے تالا لگا کر چابی جیب میں رکھی ہی تھی کہ
سانپ نے کہا:
"یہ سیاہ پوش آپ کی جان لینے کی فکر میں ہے۔"
"اچھا اب تم سو جاؤ۔"
اِس کے بعد عنبر نے شمع بجھائی اور بستر پر لیٹتے ہی سو گیا۔
دوسرے روز عنبر سیدھا مرجانہ کے پاس پہنچا۔ اس وقت وہاں
کوئی بھی نہیں تھا۔ مرجانہ نے عنبر کو لنگڑے غلام کی موت کی خبر سنائی۔
عنبر نے جھوٹ موٹ حیرانی کا اظہار کیا۔ اتنے میں سیاہ پوش بھی وہاں
آگیا۔ وہ عنبر سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ مگر اس وقت کچھ نہیں کر سکتا

تھا۔ اِس لیے کہ مرجانہ کی صحت اس کے ہاتھ میں تھی۔ تھوڑی دیر وُہ اُس کے پاس بیٹھا رہا۔ پھر کسی کام سے اُٹھ کر باہر گیا تو عنبر نے کہا:

"آج رات تم تیار رہنا، مَیں تمہیں یہاں سے نکال کر تمہارے باپ کے ملک کی طرف لے جانا چاہتا ہُوں۔ کیا تم تیار ہو؟"

مرجانہ نے خوش ہو کر کہا:

"میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کی اور کیا بات ہوگی۔ مَیں تمہارا انتظار کروں گی۔ لیکن اِس ظالم شخص کے چنگل سے ہم کیسے نکل سکیں گے؟"

"فکر نہ کرو، اِس کا مَیں نے سارا انتظام کر لیا ہے۔ تم رات کو تیار رہنا۔ اچھا اب مَیں جا رہا ہُوں۔"

یہ کہہ کر عنبر مکان کے صحن میں آ گیا۔ یہاں اُسے سیاہ پوش ملا جو بڑی تیزی سے اندر جا رہا تھا۔ کیوں کہ وُہ ان دونوں کو تنہائی کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ اُس نے عنبر کو باہر نکلتے دیکھا تو وہیں رُک گیا اور پُوچھنے لگا:

"عزیز بھائی، بیگم صاحبہ کو اچھے ہوتے ابھی کتنے دِن لگیں گے؟"

"وُہ بڑی تیزی سے صحت مند ہو رہی ہیں۔ فکر نہ کریں۔"

"مَیں اپنی بیگم کے بارے میں بڑا پریشان ہُوں۔"

عنبر نے کہا:

"آج رات اُسے کھانے کے بعد ذرا باغ میں چہل قدمی کرائیں۔

میں بیگم صاحبہ کو بھی کہہ آیا ہُوں کہ وُہ رات کو باہر نکل کر صحن میں ضرور ٹہلیں
اِس سے ان کی صحت پر اچھا اثر پڑے گا "
" بہت بہتر، ایسا ہی ہو گا "
عنبر چلا گیا۔ وہاں سے نکل کر اُس نے سیدھا شہر کے ایک سوداگر
کے گھر کا رُخ کیا جو گھوڑوں کی تجارت کرتا تھا۔ اس سوداگر سے عنبر نے
دو بڑے ہی صحت مند اور تیز بھاگنے والے عربی گھوڑے خریدے
اس کے علاوہ اُس نے کچھ کھانے پینے کا خشک سامان خریدا اور وہاں
سے سیدھا اپنی حویلی میں آ گیا۔ گھوڑوں کو اس نے حویلی کے صحن میں
باندھ دیا۔ کھانے پینے کا سفری سامان وغیرہ اس نے اپنے گھوڑے پر
رکھ دیا۔
اِس کام سے فارغ ہوکر وہ سیدھا اپنے کمرے میں آ گیا۔ الماری میں
سے اُس نے مرتبان باہر نکالا اور سانپ کو مخاطب ہو کر بولا :
" ناگ بھنی، میری بات غور سے سُنو "
سانپ مرتبان سے رینگ کر باہر نکل آیا اور زمین پر پھَن پھیلا کر
عنبر کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ عنبر نے کہا :
" سُنو، مرجانہ نام کی ایک شریف لڑکی ظالم سیاہ پوش کے قبضے
میں ہے۔ وُہ اُسے کنیز بنا کر شہنشاہ دارا کے حضور پیش کرنا چاہتا ہے۔
مرجانہ یونان کے صوبے کریٹ کے صوبے دار کی بیٹی ہے اور سیاہ پوش
اسے ڈاکوؤں کی طرح گھر سے اٹھا کر لے آیا ہے۔ میں اس لڑکی کو ساتھ

لے کر اس کے باپ کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ اس مقصد کے لیے میں نے آج رات یہاں سے نکل جانے کا منصوبہ بنایا ہے۔ سارا بندوبست کر لیا گیا ہے۔ تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ تم مرجانہ کی شکل اختیار کر کے جب میں کہوں سیاہ پوش کے گھر جاؤ اور صحن میں کھڑے ہو کر اُسے آواز دو اور اُس کے ساتھ میری ہدایت کے مطابق چہل قدمی کرو۔ اس دوران میں، مَیں دوسری طرف سے مرجانہ کو اُس کے کمرے سے نکال کر لے جاؤں گا۔"

سانپ نے کہا:

"میرے آقا، کیا میں اس کے بعد سیاہ پوش کے پاس ہی رہوں گا؟"

"نہیں، تم اس کے فوراً بعد سر درد کا بہانہ کر کے اپنے کمرے میں چلے جانا اور وہاں سے گھوڑے کا رُوپ بدل کر سرپٹ دوڑتے ہوئے مجھے شہر کے باہر آ کر ملنا، ہم تمہارا انتظار کریں گے۔"

"جو حکم میرے محسن۔"

جب رات ہو گئی تو عنبر گھوڑوں کو لے کر مرجانہ کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ سانپ بھی اس کے ساتھ تھا۔ مکان کے عقبی باغ میں اُس نے گھوڑے باندھے اور سانپ کو لے کر مکان کے صحن میں آ گیا۔ یہاں پہنچ کر اُس نے سرگوشی میں سانپ سے کہا:

"وہ دیکھو، سیاہ پوش کے کمرے میں شمع جل رہی ہے۔ اب تم مرجانہ

کا روپ بدل کر اُسے آواز دے کر بلاؤ اور یہاں ٹھہرو۔ اتنی دیر میں ایں مرجانہ کو ساتھ لے کر یہاں سے نکل جاتا ہُوں۔ تھوڑی دیر کے بعد تم بھی ہمارے ساتھ آ ملنا۔ ہم شہر سے باہر تمہارا انتظار کریں گے "

" ٹھیک ہے میرے آقا "

عنبر سانپ سے جُدا ہو کر دُوسری طرف چلا گیا۔ سانپ نے زور سے پھُنکار ماری اور ایک دم مرجانہ کی شکل میں سامنے آ گیا۔ پھر اس نے سیاہ پوش کو آواز دے کر نیچے بلایا۔ سیاہ پوش اُسے آنکھیں مل مل کر دیکھنے لگا۔ کیوں کہ ابھی ابھی وہ اُسے بستر پر چھوڑ کر آیا تھا۔

" مرجانہ، کیا تم سوتے میں تو نہیں چل رہیں ؟"

" نہیں تو ــــ کیا آپ بھُول گئے کہ حکیم نے آج خاص طور پر باغ میں ٹہلنے کے لیے کہا تھا ؟"

" اوہ ہاں یاد آیا ــــ آؤ ذرا ٹہلتے ہیں۔ اب تو تم بڑی ہشاش بشاش نظر آ رہی ہو "

" جی ہاں، اب میں پہلے کے مقابلے میں اپنے آپ کو زیادہ تندرست محسوس کر رہی ہُوں "

" دیوتاؤں کا شکر ہے۔ تمہاری بیماری نے تو مجھے پریشان کر دیا تھا "

انھوں نے باغ میں ٹہلنا شروع کر دیا۔ دوسری طرف عنبر مرجانہ کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اصلی مرجانہ تخت پر بیٹھی اُس کا انتظار کر رہی تھی۔

"کیا تم تیار ہو مرجانہ ؟"

"ہاں میرے بھائی "

"آؤ چلیں "

مرجانہ اس کے ساتھ نکل کر کمرے سے باہر آ گئی۔ جب وہ باغ کی دیوار کے پاس سے چھپ کر گزرنے لگی تو اس نے دیکھا کہ سیاہ پوش کے ساتھ ایک اور مرجانہ ہو بہو اُسی کی شکل کی باغ میں ٹہل رہی ہے۔ اُسے چکر سا آ گیا۔ اُس نے کہا :

" یہ — یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں ؟"

عنبر نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر آہستہ سے کہا :

" خاموش رہو "

اور مرجانہ خاموش ہو گئی۔ لیکن وہ حیران اور پریشان تھی کہ وہ ایک وقت میں دو جگھوں پر کیسے آ گئی ہے۔ عنبر اسے ساتھ لے کر مکان کے باہر آ گیا۔ باغ میں ذرا فاصلے پر دونوں گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ عنبر نے مرجانہ کو گھوڑے پر سوار ہونے میں مدد دی۔ دُوسرے گھوڑے پر وہ خود سوار ہوا اور قدم قدم چلتے وہاں سے باہر آ گئے۔

باغ جب کافی دُور رہ گیا تو انہوں نے گھوڑوں کو دوڑانا شروع کر دیا اور شہر سے باہر آ کر ایک ویران پہاڑی کے نیچے نہر کنارے رُک گئے اور ناگ پھنی کا انتظار کرنے لگے۔ مرجانہ نے پُوچھا :

"یہاں ہم کس لیے رُک گئے ہیں ؟"

" ہمیں اپنے ایک ساتھی مرجانہ کا انتظار کرنا ہے "
" مرجانہ کا ؟ وہ تو میں ہوں "
" ایک اور مرجانہ بھی ہے جو اس وقت سیاہ پوش کے ساتھ باغ میں ٹہل رہی ہے۔ اگر وہ نہ ہوتی تو تم میرے ساتھ کبھی نہیں نکل سکتی تھیں "

مرجانہ نے سر کو تھام لیا اور بولی :
" دیوتا زیوس کی قسم ہے تمہیں بھائی، مجھے سمجھاؤ یہ اصل قصہ کیا ہے ؟"

عنبر نے کہا :
" اگر تم مجھ سے وعدہ کرو کہ اس راز کو اپنے تک ہی رکھو گی اور کسی کو نہیں بتاؤ گی تو میں ابھی اصل کہانی سنائے دیتا ہوں "
" میں دیوتا زیوس کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ تمہارا راز اپنے دل ہی میں رکھوں گی۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے، میں کسی سے بات نہیں کروں گی "
" تو پھر سنو "

اس کے بعد عنبر نے مرجانہ کو سب کچھ بتا دیا کہ کس طرح اس کا دوست ایک سانپ ناگ بھنی ہے جو دو سو برس سے زندہ ہے اور اب اس میں قدرت نے اتنی طاقت دے دی ہے کہ وہ جب اور جس وقت جس آدمی یا عورت کا چاہے روپ بدل سکتا ہے۔ یہ وہی ناگ بھنی تھا جس نے مرجانہ کی شکل بدل کر سیاہ پوش کو دھوکہ دیا اور انہیں وہاں

سے بھاگنے میں مدد دی! ورنہ ابھی تک سیاہ پوش کو معلوم ہو گیا ہوتا کہ مرجانہ بھاگ گئی ہے اور وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ تمہاری تلاش میں نکل چکا ہوتا۔ مرجانہ نے کہا :

"تو کیا وہ مرجانہ کے رُوپ میں ہمارے پاس واپس آئے گا ؟"

عنبر نے کہا :

"نہیں، اگر وہ عورت بن کر آئے تو اسے ہم تک پہنچنے میں بڑی دیر لگے گی۔ اس لیے وہ گھوڑا بن کر دوڑتا ہُوا ہمارے پاس آجائے گا اور اگر وہ پسند کرے تو گھوڑا بن کر ہی ہمارے ساتھ ساتھ سفر کرے گا۔"

ابھی وہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ انہیں شہر کی طرف سے دُور گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ عنبر نے کہا :

"وُہ آرہا ہے۔"

چند لمحوں کے بعد ناگ بھی گھوڑے کی شکل میں سرپٹ دوڑتا ہُوا دُور میدان میں سے اُن کی طرف آتا نظر آیا۔ قریب آکر وہ رُک گیا اور بولا :

"مَیں آگیا ہُوں میرے محسن !"

ایک گھوڑے کو انسانوں کی طرح باتیں کرتا سن کر مرجانہ تعجب کرنے لگی۔ عنبر نے پُوچھا :

"سیاہ پوش کہاں تھا ؟"

"وہ مجھے بستر میں سُلا کر اپنے کمرے میں جا کر سو گیا تھا۔"

"بس ٹھیک ہے۔ اب وہ ہمارے تعاقب میں نہیں آئے گا ہم اب راتوں رات ایران کی سرحد سے کافی دُور نکل سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے ہمیں جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ ناگ بھتی، کیا خیال ہے تم سانپ بن کر میرے لبادے میں لپٹ کر سفر کرو گے یا گھوڑا بن کر ہمارے ساتھ ساتھ دوڑو گے؟"

سانپ نے کہا:

"میرے آقا، میں گھوڑا بن کر دوڑوں گا تو تھک جاؤں گا۔ بہتر یہی ہے کہ میں سانپ بن کر آپ کے کُرتے کی جیب میں سفر کروں۔"

"جیسے تمہاری مرضی۔"

گھوڑے نے پھنکار ماری اور وہ ایک بار پھر سانپ بن کر زمین پر بیٹھ گیا۔ عنبر نے سانپ کو اٹھا کر اپنے لبادے کے اندر رکھا اور مرجانہ کو ساتھ لے کر سرپٹ گھوڑا دوڑاتے ایران کی سرحدوں کی طرف چل پڑا۔

سیاہ پوش اپنی طرف سے مرجانہ کو پلنگ پر سُلا کر اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ اُس کے وہم و گمان میں بھی یہ خیال نہ آ سکتا تھا کہ جس عورت کو وہ مرجانہ سمجھ کر بستر پر لٹا گیا ہے۔ وہ اصل میں سانپ ہے اور اصلی مرجانہ اس وقت عنبر کے ساتھ ایران کی سرحد سے باہر نکل چکی ہے۔ رات گزر گئی۔ صبح کا سورج نکل آیا۔ سیاہ پوش نے محسوس کیا کہ مرجانہ خلاف معمول زیادہ دیر تک سو رہی ہے۔ اس وقت تک

وہ بے دار ہو جایا کرتی تھی۔ سیاہ پوش بے حد خوش تھا کیوں کہ رات مرجانہ
اُس سے بہت ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی۔ لنگڑا غلام ہلاک ہو چکا تھا
عنبر بھی مرجانہ کو دوا پلانے نہیں آیا تھا۔ سیاہ پوش نے اونٹنی کا دودھ
کٹورے میں ڈالا اور مرجانہ کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ دروازہ کھلا تھا
اس نے سوچا شاید مرجانہ باہر کسی ضروری کام سے گئی ہوگی۔ اُس نے
کمرے میں آکر دیکھا مرجانا کا بستر خالی تھا۔ دودھ کا کٹورا اُس نے تپائی
پر رکھا اور باہر آکر مکان میں مرجانہ کی تلاش شروع کر دی۔ اُس نے
مکان کا کونہ کونہ چھان مارا مگر مرجانہ کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔
سیاہ پوش کچھ پریشان ہو گیا۔ آخر مرجانہ کہاں چلی گئی؟ سیاہ پوش نے
سوچا، کہیں وہ فرار تو نہیں ہو گئی۔ اس خیال کے ساتھ ہی سیاہ پوش
لپک کر دوبارا مرجانہ کے کمرے میں آیا اور اُس نے اُس کا صندوق
کھول دیا۔ صندوق میں سے سارے زنانہ کپڑے غائب تھے۔ تو کیا
مرجانہ فرار ہو گئی ہے؟

سیاہ پوش تیزی کے ساتھ گھر سے باہر نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو کر
سیدھا عنبر کی حویلی میں آ گیا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کہیں عنبر بھی
تو غائب نہیں ہے؟ یہاں آکر اُس نے دیکھا کہ عنبر کی حویلی کے باہر
تالا پڑا تھا۔ اُس نے دو ایک آدمیوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ عنبر
صبح سے ہی غائب ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ اُس نے عنبر کو گھوڑے
پر سوار شہر سے باہر جاتے دیکھا ہے۔

" کیا اُس کے ساتھ کوئی عورت بھی تھی ؟ "

" ہاں ایک عورت سیاہ لباس پہنے گھوڑے پر سوار اُس کے ساتھ ساتھ جا رہی تھی "

سیاہ پوش کا خون کھول اٹھا۔ عنبر مرجانہ کو لے کر بھاگ گیا تھا — اب کیا ہو سکتا تھا ؟ مگر سیاہ پوش اس بات پر حیران تھا کہ رات کو عنبر کس عورت کو ساتھ لے گیا جبکہ رات بھر تو مرجانہ اُس کے گھر میں سوئی رہی تھی ؟ اُس کی کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ بہر حال یہ ایک حقیقت تھی کہ مرجانہ کو عنبر اپنے ساتھ بھگا کر لے جا چکا تھا۔ سیاہ پوش نے واپس اپنی حویلی میں آ کر اپنے وفادار غلام بوتیک کو حکم دیا کہ وہ مرجانہ کی تلاش میں روانہ ہو جائے اور اُس کو یونان کی سرحدوں میں داخل ہونے سے پہلے پہلے قتل کر دے۔ غلام نے سر جُھکا کر کہا :

" جو حکم سرکار، ایسا ہی ہوگا "

بوتیک گھوڑے پر سوار ہو کر ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ یہ غلام سیاہ پوش کا خاص غلام تھا اور اپنے مالک کے لیے جان بھی قربان کر سکتا تھا۔ ان کی زندگی کا مقصد ہی اپنے آقا کی خدمت ہوتا ہے اور وہ اپنے مالک پر اپنی جان قربان کر دینے کو بڑی عزت سمجھتے ہیں۔ غلام کو رخصت کر کے سیاہ پوش اپنی حویلی میں آ گیا اور سوچنے لگا کہ اگر وہ خود بھی مرجانہ کی تلاش میں چل پڑے تو ہو سکتا ہے وہ اُسے یونان میں داخل ہونے سے پہلے ہی گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جائے؛ چنانچہ وہ

بھی اُسی رات گھوڑے پر سوار ہو کر نکل کھڑا ہوا۔

جس وقت سیاہ پوش مرجانہ کے تعاقب میں روانہ ہُوا، اُس وقت مرجانہ اور عنبر ایران کی سرحد سے نکل کر ملک شام کی طرف بڑی تیزی سے سفر کر رہے تھے۔ عنبر نے راستے میں کسی جگہ زیادہ آرام بھی نہ کیا تھا۔ بس پل بھر کو رُکے۔ کھایا پیا۔ گھوڑوں کو پانی وغیرہ پلایا اور پھر اپنے سفر پر چل پڑے۔ اُسے معلوم تھا کہ سیاہ پوش ضرور اُس کا پیچھا کرے گا! چنانچہ وہ جتنی جلدی ہو سکے ایران سے دُور ہو جانا چاہتا تھا۔

غار میں آگ

•

ساتویں روز عنبر اور مرجانہ شام کی سرحدوں سے نکل کر مصر میں داخل ہو گئے۔

مصر میں اُس وقت زبردست خانہ جنگی ہو رہی تھی۔ فرعون مصر کو قتل کیا جا چکا تھا اور ایک فوجی سردار نے زبردستی ملک پر قبضہ کر رکھا تھا۔ لوگ اُس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے تھے اور وہ فوجی سردار طاقت کے زور پر عوام کی تحریک کو کچلنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ ملک میں یہ افواہ تھی کہ سکندر اعظم عنقریب مصر پر چڑھائی کرنے والا ہے۔ عنبر اور مرجانہ مصر کے شہروں سے دُور دُور سفر کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ ایک مقام پر انہوں نے پڑاؤ ڈال دیا۔

دھوپ بے حد تیز تھی اور گرمی کے مارے اُن کا دم نکلا جا رہا تھا ایک جگہ اُنہیں کھجوروں کے جھنڈ اور چھوٹا سا چشمہ دکھائی دیا تو وہ رُک گئے۔ گھوڑوں کو کھلا چھوڑ کر عنبر اور مرجانہ چشمے کنارے سائے میں ٹھنڈی ریت پر آرام کرنے لگے۔

اُدھر سیاہ پوش نے تیزی کے ساتھ سفر کرتے ہوئے راستے میں اپنے وفادار غلام بوتیک کو جا لیا تھا اور اب وہ دونوں مل کر عنبر کا تعاقب کر

رہے تھے۔ وہ بے حد تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ وُہ
دن کو بھی سفر کرتے اور رات کو بھی آرام نہ کرتے۔ اس طرح انھوں نے
مصر کی سرحد دل کے اندر عنبر اور مرجانہ کے گھوڑوں کے سُموں کے نشان
دیکھ لیے اور اپنی رفتار اور تیز کر دی۔ دوسری جانب عنبر نے ذرا سُستی
سے کام لیا۔ اُس نے سوچا کہ اب وہ دشمن سے بہت دُور نکل آیا ہے
وہ بھلا اُس کو کہاں پکڑ سکتا ہے۔ وہ غافل ہو کر آرام کرنے لگا اور
دُشمن اُن کے سر پر پہنچ گیا؛ حالاں کہ اس سے پہلے وہ دن کو بھی
برابر سفر کرتے رہے تھے۔ جس وقت عنبر اور مرجانہ چشمے کے کنارے
آرام کر رہے تھے۔ ٹھیک اُس وقت سیاہ پوش اپنے غلام کے ساتھ
اُن سے تھوڑی دُور ایک ٹیلے کی اوٹ میں اُن کو آرام کرتے دیکھ رہا
تھا۔

" سرکار، دشمن سامنے آرام کر رہا ہے۔ حُکم ہو تو ابھی جا کر ان
دونوں کے سر قلم کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر دوں "

سیاہ پوش نے بڑے غرور سے اپنے غلام کی طرف دیکھا اور کہا :

" میرے جانباز غلام، ابھی ان لوگوں کی موت کا وقت نہیں آیا۔
تھوڑی دیر انتظار کرو۔ ان کی گردنیں مَیں خود تمھارے سامنے قلم کروں گا"

" مگر میرے آقا، دُشمن اِس وقت بے خبر ہے۔ ہمیں فوراً حملہ
کر دینا چاہیے۔ وہ ایک مرد اور ایک عورت ہم دونوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گے"

" ٹھیک ہے بو تیک، لیکن ذرا صبر سے کام لو اور دیکھتے جاؤ کہ اُن

کے ساتھ میں کیا سلوک کرتا ہوں۔ ان دونوں کو میں ایسی سزا دوں گا جسے وہ مرنے کے بعد بھی نہ بھول سکیں گے۔"

سیاہ پوش اور اُس کا غلام آپس میں عنبر اور مرجانہ کے قتل کے منصوبے بنا رہے تھے کہ عنبر کے پاس ٹھنڈی ریت پر لیٹے ہوئے سانپ ناگ پھنی نے ایکدم اپنی گردن اُوپر اٹھائی اور پھن پھیلا کر فضا میں کچھ سونگھنے کی کوشش کرنے لگا۔ عنبر نے سانپ کو ایسا کرتے دیکھا تو کہا:

"ناگ پھنی، کیا بات ہے؟ تم ایکدم چوکنے کیوں ہو گئے ہو؟"

ناگ پھنی نے کہا:

"میرے محسن، فضا میں آپ کے دشمن کی بُو ہے۔ معلوم ہوتا ہے وُہ سیاہ پوش ارد گرد کہیں موجود ہے۔"

سیاہ پوش کا نام سُن کر مرجانہ ڈر گئی۔

"خدا کے لیے یہاں سے بھاگ چلو عنبر بھائی۔ وُہ بڑا ظالم آدمی ہے۔ وُہ ضرور ہم سب کو ہلاک کر دے گا۔ وُہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

عنبر نے مرجانہ کو تسلّی دیتے ہُوئے کہا:

"گھبراؤ نہیں مرجانہ، اگر وہ ہمارے پاس آگیا تو ہم اس کا مقابلہ کریں گے۔ وُہ بھی ہماری طرح کا گوشت پوست کا انسان ہے، آخر کوئی دیوتا نہیں ہے۔"

مرجانہ خوفزدہ آواز میں بولی:

"عنبر بھائی، وہ بڑا کمینہ اور سنگدل ہے۔ اُس کے ساتھ ضرور اُس

کے غلام بھی ہوں گے۔ ہم اتنے سارے لوگوں کا کیسے مقابلہ کر سکیں گے؟"
عنبر نے ناگ پھنی سے کہا :
" ناگ پھنی، تمہیں صرف ایک آدمی کی بُو آ رہی ہے کیا ؟"
ناگ پھنی نے اپنے پھن کو تھوڑا سا اور اونچا کر کے فضا میں سونگھا اور کہا :
" میرے محسن، مجھے ایک سے زیادہ آدمیوں کی بُو محسوس ہو رہی ہے "
مرجانہ جھٹ بولی :
" دیکھا، میں نہ کہتی تھی کہ وُہ اکیلا نہیں ہے۔ ضرور اس کے ساتھ اُس کے جانباز غلام بھی ہیں جو اُس کے اشارے پر جلتی آگ میں بھی کُود جاتے ہیں "
" پھر میرا خیال ہے کہ ہمیں یہاں سے کوچ کر دینا چاہیے "
" میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی "
وہ جلدی سے اٹھ کر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور آگے روانہ ہو گئے۔ ٹیلے کی اوٹ میں سے سیاہ پوش اور اس کے غلام نے ان دونوں کو فرار ہوتے دیکھا تو وُہ بھی گھوڑوں کو ایڑ لگا کر ان کے تعاقب میں چل پڑے۔ عنبر اور مرجانہ سارا دن سفر کرتے رہے۔ شام ہوئی تو وُہ مصر کی آخری سرحدی چوکی کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں میں پہنچ گئے یہاں انہوں نے کسی خفیہ مقام پر رات بسر کرنے کا فیصلہ کیا۔ عنبر یُوں سیاہ پوش اور اُس کے

ساتھیوں کو دھوکہ دینا چاہتا تھا۔ وہ بظاہر اُنہیں یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ وہ برابر بغیر رُکے سفر کر رہے ہیں؛ چنانچہ وُہ گاؤں سے باہر ایک قدیم اور شکستہ اہرام کے سائے میں آکر رُک گیا۔

عنبر کے لیے یہ مقام کوئی اجنبی نہیں تھا۔ وُہ ان ہی فضاؤں میں سانس لے کر بڑا ہُوا تھا۔ یہ تمام جگہیں اُس کی جانی پہچانی تھیں؛ اگرچہ دو ہزار برس کا زمانہ گزر گیا تھا۔ مگر وہاں ہزاروں برس گزر جانے پر بھی کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ کھجوروں کے جُھنڈ ویسے کے ویسے ہی تھے۔ گاؤں کے کچے مکان اور چشموں پر پانی بھرتی مصری عورتیں بھی ویسی ہی تھیں اور اہرام بھی اُسی طرح عظمت کے ساتھ صحرا میں کھڑے تھے۔

یہ اہرام جہاں عنبر مرجانا کو لے آیا تھا کسی بہت ہی پُرانے فرعون کا تھا۔ اہرام کے پتھر جگہ جگہ سے اُکھڑ چکے تھے۔ ایک غار نما راستہ اہرام کے اندر چلا گیا تھا۔ مرجانہ کو تو اندر جاتے ہُوئے بڑا ڈر لگ رہا تھا — لیکن جب عنبر نے اُسے کہا کہ اگر وہ باہر رہے تو ہو سکتا ہے کہ سیاہ پوش انہیں قتل کر دے تو وُہ ڈر کر غار کے اندر داخل ہوگئی۔ یہ غار عام اہرام کے غاروں کی طرح سے تھا۔ اندر اندھیرا تھا اور مکڑوں نے جگہ جگہ اپنے جالے بُن رکھے تھے۔ ہزاروں سال کے عرصے میں چوروں اور ڈاکوؤں نے اہرام کی قبریں کھود کر تمام سونا چاندی اور زرو جواہر لُوٹ لیے تھے۔ حد یہ تھی کہ بعض مُردوں کا کفن بھی چورلے گئے تھے اور اُن کی ہڈیاں کُھلی قبروں کے اندر ریت پر ویسے کی ویسے پڑی تھیں:

مرجانہ نے دیوار کے ساتھ لگے ہوئے صندوق کی طرف دیکھ کہا :

" یہ صندوق کیسا ہے ؟"

عنبر نے مسکرا کر مرجانہ کی طرف دیکھا اور اُسے بتایا کہ یہ کسی فرعون کا غلام ہے جسے قبر کے باہر ہی پہرے دار کے طور پر دفن کیا گیا تھا۔ عنبر نے صندوق کو ذرا سا جھٹکا دیا تو وہ کھل گیا۔ مرجانہ کی چیخ نکل گئی کیونکہ صندوق کے اندر سے مردے کی ہڈیوں کا ڈھانچہ اُن کے اُوپر آن گرا۔ عنبر ہنس پڑا :

" گھبراؤ نہیں مرجانہ، مَیں اِن مُردوں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہ بڑے شریف مُردے ہیں۔ کسی کو بے چارے کچھ نہیں کہتے۔ ان کی ساری زندگی بادشاہوں کی خدمت کرتے گزر گئی ہے۔ یہ تو کسی سے دشمنی کر ہی نہیں سکتے ۔"

عنبر نے بڑے احترام سے مُردے کی ساری ہڈیاں اٹھا کر صندوق میں رکھیں اور ڈھکن بند کر دیا۔ ناگ بھی عنبر کے ساتھ ساتھ زمین پر رینگتا ہوا چل رہا تھا۔ عنبر نے ایک کُھلی جگہ زمین صاف کی اور وہاں بیٹھتے ہوئے کہا :

" میرا خیال ہے، رات بسر کرنے کے لیے یہ جگہ بہت اچھی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے مرجانہ ؟"

" عنبر بھائی، میرے لیے تو ہر وہ جگہ اچھی ہے جہاں ہمارے دشمن کی ہم پر نظر نہ پڑ سکے ۔"

"تو پھر اسی جگہ رات بسر کرتے رہیں۔ دشمن یہاں پر بھی نہیں مار سکتا اُس کو اِس غار کا علم کبھی نہیں ہوگا "

لیکن عنبر یہاں بھی مار کھا گیا تھا۔ وہ بھول گیا تھا کہ اُس کا دشمن ایک انتہائی عیار اور مکار آدمی ہے۔ اس نے اپنے دشمن کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ سیاہ پوش، عنبر اور مرجانہ کو اس غار میں داخل ہوتے دیکھ چکا تھا۔ وہ اُن کے بالکل قریب آ گیا تھا اور اہرام کے باہر والے گاؤں میں ایک جگہ بیٹھا اپنے جانباز غلام کے ساتھ مل کر عنبر اور مرجانہ کو قتل کرنے کے منصوبے بنا رہا تھا۔ غلام نے کہا :

"میرے آقا، مرجانہ اور عنبر اِس وقت غار کے اندر موجود ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں اس غار کے منہ کو پتھروں سے بند کر کے اندر آگ لگا دینی چاہیے "

سیاہ پوش نے کچھ دیر غلام کی تجویز پر غور کیا۔ اُسے یہ تجویز بڑی پسند آئی تھی۔ اِس طرح وہ عنبر اور مرجانہ کے قتل کے الزام سے بھی بری ہو سکتا تھا۔ اُس نے کہا :

"نہایت مناسب خیال ہے۔ لیکن اس کے لیے ہمیں ابھی سے کام شروع کر دینا ہوگا "

"غلام حاضر ہے میرے آقا "

"پہلا کام تم یہ کرو کہ ارد گرد سے بڑے بڑے پتھر لا کر غار کے منہ کے آگے جمع کر دو "

بوتیک غلام اُسی وقت اُٹھا اور اُس نے پتھروں کو ڈھونا شروع کر دیا۔ آدھی رات تک اُس نے غار کے سامنے بڑے مضبوط پتھروں کے ٹکڑوں کا ڈھیر لگا دیا۔ سیاہ پوش اور غلام نے مل کر ریت کا گارا بنایا اور اُنھوں نے غار کے منہ کے آگے بڑے بڑے پتھر رکھنے شروع کر دیے۔ یہ کام بڑا مشکل اور محنت طلب تھا۔ مگر وہ دونوں یہ کام کرتے رہے۔ انھوں نے ہمت نہ ہاری۔ اس لیے کہ سیاہ پوش کے دل میں انتقام کی آگ جل رہی تھی۔ دو چار گھنٹوں کے اندر اندر انھوں نے غار کے منہ پر پتھروں کی مضبوط دیوار چُن دی۔ صرف ایک جگہ تھوڑا سا سوراخ باقی رہنے دیا۔ غلام نے کہا :

"میرے آقا، اب اندر آگ لگا دیجیے"

سیاہ پوش نے بہت سی خشک جھاڑیاں جمع کر کے انھیں سوراخ کے راستے غار کے اندر پھینک دیا۔ پھر اُس نے دو پتھروں کو رگڑ کر آگ سُلگائی اور اندر جھاڑیوں پر پھینک دی۔ جھاڑیوں میں ایکدم آگ بھڑک اُٹھی۔ آگ کے بھڑکتے ہی سیاہ پوش اور غلام نے ایک بڑا سا گول پتھر اُٹھا کر غار کے آخری سوراخ کے منہ پر رکھ کر اُسے بند کر دیا۔ پتھروں کی درزوں کو اُنھوں نے مٹی اور ریت کے گارے سے لیپ دیا۔ یہ لیپ صحرائی رات کی ٹھنڈی ہوا میں سخت ہو کر پتھر بن گیا۔

اس کام سے فارغ ہو کر سیاہ پوش اور غلام غار سے کافی فاصلے پر درختوں کے نیچے جھاڑیوں کی اوٹ میں زمین پر چٹائی بچھا کر یوں بیٹھ

گئے جیسے دو مسافر ہوں اور سفر کے دوران میں پڑاؤ ڈال کر آرام کر رہے ہوں۔ اصل میں وہ یہ اطمینان کرنا چاہتے تھے کہ عنبر اور مرجانہ کہیں دیوار توڑ کر غار سے باہر تو نہیں نکل آئے؛ حالانکہ انہیں یقین تھا کہ پتھروں کی اتنی مضبوط دیوار وہ کبھی بھی نہ توڑ سکیں گے۔ پھر بھی انہوں نے کمانوں میں تیر جوڑ کر ان کا رُخ غار کی طرف کر رکھا تھا کہ جُوں ہی وہ پتھر ہٹا کر باہر نکلیں انہیں تیر مار مار کر چھلنی کر دیا جائے۔

رات گزرتی چلی جا رہی تھی

غار کے اندر مرجانہ اور عنبر بڑے سکون سے سو رہے تھے۔ ان کے پاس ہی ریت پر پتھروں کے درمیان سانپ بھی زمین پر لیٹا آرام کر رہا تھا۔ اچانک سانپ کو دھوئیں کی بُو غار میں آتی محسوس ہوئی۔ وہ چوکنا ہو گیا۔ اس نے اپنا پھن پھیلا کر سونگھنے کی کوشش کی کہ یہ بُو کس طرف سے آ رہی ہے؟ دھوئیں کی بُو بڑی صاف اور تیز تھی۔ جدھر سے بُو آ رہی تھی، سانپ نے ادھر کو چلنا شروع کر دیا۔ غار کے مختلف اندھیرے راستوں سے ہوتا ہُوا جب غار کے منہ کے پاس پہنچا تو سامنے روشنی نظر آئی۔ وہاں دھواں اس قدر تھا کہ اس کا دم گھٹنے لگا۔ وہ سمجھ گیا کہ غار کے اندر کسی نے آگ لگا کر اس کا منہ بند کر دیا ہے۔ وہ پلٹ کر پیچھے مُڑا اور بڑی تیزی کے ساتھ پتھروں پر سے رینگتا ہوا اس مقام پر آ گیا جہاں عنبر اور مرجانہ سو رہے تھے۔ دونوں اس طرح گھوڑے بیچ کر سو رہے تھے جیسے دُنیا میں ان کا کوئی بھی دشمن نہیں ہے۔

سانپ نے زور سے پھنکار ماری اور فوراً ایک انسان کے رُوپ میں سامنے آگیا۔ اُس نے عنبر کو زور زور سے ہلا کر جگایا۔ عنبر ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا اور بولا :

"کون ہو تم ؟"

سانپ نے کہا :

"میرے آقا، میں آپ کا دوست ناگ پھنی ہُوں اور ایک انسان کے رُوپ میں آپ سے ہمکلام ہُوں۔"

عنبر نے آنکھیں مَلتے ہُوئے پُوچھا :

"تمہیں اِس وقت ہمیں جگانے کی کیا ضرورت تھی ؟"

سانپ نے کہا :

"میرے محسن، غار کے اندر آگ لگ چُکی ہے !"

"کیا کہا آگ ؟"

"جی ہاں، مَیں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آرہا ہُوں۔ کسی نے غار کا منہ بند کر کے اندر جھاڑیاں پھینک کر آگ لگادی ہے۔ دُھواں اِس طرف بڑھا چلا آرہا ہے۔"

عنبر ایک دم ہوشیار ہوگیا۔ مرجانہ بھی اُن کی باتوں کی آواز سُن کر جاگ پڑی۔ اُسے جب معلوم ہُوا کہ دُشمن ان کے سر پر پُہنچ گیا ہے اور اُن نے انتہائی چالاکی سے کام لیتے ہوئے غار کا منہ بند کر کے اندر آگ بھڑکا دی ہے تو وہ رونے لگی۔

"اب کیا ہوگا عنبر بھائی ؟"
عنبر نے کہا :
" رونے سے کیا ہوگا ؟ خبردار، رونے کی کوشش نہ کرنا۔ ہمیں ہمّت اور عقل سے کام لے کر دُشمن کی اِس چال کو ناکام بنانا ہے۔ ناگ پھنی، تم میرے ساتھ آؤ۔ مرجانہ، تم اسی جگہ بیٹھی رہو۔"
عنبر نے ناگ پھنی کو ساتھ لیا اور غار میں سے گزرتا ہُوا اُس کے مُنہ کی طرف بڑھنے لگا۔ ناگ پھنی نے درُست اطلاع دی تھی۔ غار کے اندر سیاہ کڑوا دُھواں بھر گیا تھا۔ جس کی وجہ سے انہیں سانس لینے میں مشکل پیش آرہی تھی۔ آخر انہیں ایک جگہ آگ کی روشنی دکھائی دی۔ غار کے منہ کے آگے جھاڑیوں کے ڈھیر میں آگ لگی ہُوئی تھی اور دُھوئیں کے بادل اُٹھ اُٹھ کر اندر کی طرف آرہے تھے۔
عنبر نے ناگ پھنی سے کہا :
"کیا تم کسی طرح اِس آگ کو بجُھا سکتے ہو ؟"
ناگ پھنی بولا :
" میرے آقا، دُنیا میں صرف آگ ہی ایک ایسی شے ہے جس سے میری جان جاتی ہے۔ کیونکہ میری موت آگ ہی میں لکھی ہُوئی ہے۔"
"پھر تمہارے خیال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ کیونکہ اگر آگ اسی طرح روشن رہی تو اِس غار میں بچی کھچی ہوا بالکل ختم ہوجائے گی اور دُھواں ہی دُھواں بھر جائے گا جس کی وجہ سے ہم بہت جلد مرجائیں

گے۔"

ناگ پھنی نے سہم کر کہا:

"ایسا تو نہیں ہونا چاہیے حضور، اس آگ کو بجھانے کے لیے ہمیں
کچھ نہ کچھ ضرور کرنا ہوگا!"

"لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں: یہاں تو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے
اور آگ پانی کے بغیر ہرگز نہ بجھ سکے گی۔ تپش میں بھی اضافہ ہو رہا ہے"
ان کے سامنے سے دھوئیں کا ایک سیاہ بادل اٹھا اور اس نے
اُن کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ عنبر اور ناگ پھنی کھانستے کھانستے بے حال
ہو کر پیچھے کی طرف بھاگے۔ بڑی مشکل سے وہ ایک کھلی جگہ پر آئے۔
مرجانہ بھی گھبرا کر وہاں آ گئی۔ جب وہ چاروں طرف سے مایوس ہو گئے اور
اُنہیں موت بالکل سامنے دکھائی دینے لگی تو عنبر نے کہا:

"اب ہماری زندگی اور موت کا سوال پیدا ہو گیا ہے۔ ہم چاروں طرف
سے مایوس ہو گئے ہیں۔ اس لیے مجھ پر یہ لازم ہو گیا ہے کہ اس آگ کو
بجھانے میں دیوتاؤں کی مدد حاصل کروں!"

"دیوتاؤں کی مدد؟" مرجانہ نے حیرت سے کہا۔

"ہاں، دیوتاؤں کی مدد۔"

اس کے بعد عنبر نے دونوں آنکھیں بند کر کے ہاتھ غار کی چھت
کی طرف پھیلائے اور منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگا۔ پھر اس نے زور
سے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا۔ اس کے ساتھ ہی غار میں بادلوں کی

گرج سنائی دی اور بارش شروع ہوگئی۔ مرجانہ اور ناگ پھنی تو حیرانی کے عالم میں دیکھتے ہی رہ گئے کہ غار کے اندر کہاں سے بارش شروع ہوگئی۔ لیکن بارش اُن کی آنکھوں کے سامنے ہو رہی تھی اور غار کے اندر کی آگ بجھ گئی تھی اور دھواں بیٹھ گیا تھا۔

آخری چوکی

ناگ پھنی کو معلوم تھا کہ عنبر کے اندر دیوتاؤں کی طاقت موجود ہے۔ مگر مرجانہ اُس کی اِن خفیہ طاقتوں سے بالکل ہی بے خبر تھی۔ وُہ غار کے اندر عنبر کے اشارے پر بارش ہوتے اور آگ کو بجھتے دیکھ کر حیران رہ گئی۔ عنبر نے فوراً کہا کہ وہاں سے باہر نکلنے کی کوشش کی جائے۔ وُہ تینوں غار کے منہ کی طرف بھاگے۔ یہاں آکر انہیں معلوم ہوا کہ آگ تو بالکل ٹھنڈی ہوگئی ہے مگر غار کا منہ باہر سے پتھروں کے ساتھ بند کر دیا گیا ہے۔ اُنہوں نے مل کر بہت زور لگایا۔ مگر کوئی بھی پتھر اپنی جگہ سے ہلنے کو تیار نہ تھا۔

"یہ ساری سازش سیاہ پوش کی ہے۔"

"وہ یقیناً ہمارا پیچھا کرتا یہاں تک پہنچا ہے۔"

"لیکن اب ہمیں یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

"مگر غار کا منہ تو بند ہے۔ اتنے بڑے بڑے پتھر کیسے ہٹائیں؟"

مرجانہ نے روتے ہُوئے کہا:

"عنبر بھائی، آپ ہی کچھ کریں تو ہم آزاد ہوں گے! ورنہ ہماری یہاں لاشیں ہی لوگوں کو یہاں ملیں گی۔"

"میں کوشش کرتا ہوں"
اتنا کہہ کر عنبر غار کے منہ کے ساتھ لگ گیا۔ اُس نے ایک بڑے سے پتھر کے ساتھ کندھا لگا کر زور لگانا شروع کر دیا۔ ظاہر ہے جس پتھر کو دو مرد مل کر اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکے اُسے وُہ اکیلا اپنی جگہ سے کیسے ہلا سکتا تھا۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ اس وقت وہ اکیلا نہیں تھا، بلکہ دیوی بلطیس کی رُوح اُس کی مدد کر رہی تھی۔ جُوں ہی عنبر نے دیوی کی رُوح کو دل ہی دل میں پُکارا۔ اُس نے اپنی تمام طاقت عنبر کے حوالے کر دی، اب جو عنبر نے ذرا سا زور لگایا تو غار کے منہ پر لگے ہُوئے سارے کے سارے پتھر ایک دھماکے کے ساتھ اُکھڑ کر باہر جا گرے۔ باہر سے دن کی روشنی اندر آنے لگی۔ مرجانہ اور ناگ منی نے خوشی سے نعرہ لگایا۔ ٹھیک اُس وقت دو تیر غار کے منہ پر آن لگے۔ اگر مرجانہ ذرا پرے ہٹ کر نہ کھڑی ہوتی تو ایک تیر تو یقیناً اُس کی گردن میں پیوست ہو جاتا۔

عنبر نے کہا :

"پیچھے ہٹ جاؤ۔ دشمن ہماری تاک میں بیٹھا ہے"

باہر سیاہ پوش اور اس کا غلام ٹیلے کی اوٹ میں بیٹھے بڑے غور سے غار کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ اپنی طرف سے مطمئن ہو گئے کہ اندر وہ لوگ ہلاک ہو گئے ہوں گے اور بات بھی درست تھی۔ بھلا ایک چھوٹے سے غار میں آگ لگ جائے تو انسان کیسے زندہ رہ سکتا ہے؟ اور پھر جب کہ غار کا منہ پتھروں سے بند کر دیا ہو۔ سیاہ پوش اور غلام وہاں سے

واپس چلنے کی تیاریاں کر رہے تھے کہ اچانک غلام نے کہا :

"مالک اُدھر دیکھو"

"کیا ہے اُدھر ؟" سیاہ پوش نے کہا :

"مَیں نے غار کے منہ پر کچھ پتھروں کو گرتے دیکھا ہے"

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ بھلا ان چٹان ایسے مضبوط پتھروں کو کوئی ہلا سکتا ہے"

ابھی وہ یہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ ایک دھماکہ ہُوا اور اس کے ساتھ ہی غار کے منہ کے اُوپر لگے ہُوئے سارے کے سارے پتھر دھڑام سے زمین پر آن گرے۔ سیاہ پوش حیران ہو کر اُدھر دیکھتا رہ گیا پھر اُنہوں نے مرجانہ اور عنبر کو دیکھا اور ایک تیسرے آدمی کو بھی، جسے سیاہ پوش بالکل نہ پہچان سکا۔ سیاہ پوش نے حیرانی سے اپنے غلام کی طرف دیکھا اور کہا :

"یہ کیسے ہو سکتا ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟"

"وہ لوگ باہر آ رہے ہیں سرکار، تیر چلائیں"

اور اُنھوں نے دونوں تیر کمانوں میں جوڑ کر چھوڑ دیے۔ کھٹ سے تیر غار کے منہ پر لگے اور عنبر اور مرجانہ ایک طرف ہٹ گئے۔ مرجانہ نے کہا :

"کمینہ سیاہ پوش باہر گھات لگائے بیٹھا ہے۔ اب کیا ہوگا ؟"

عنبر نے ناگ پھنی کی طرف دیکھ کر کہا :

"ناگ پھنی، اب تم اپنا کام دکھاؤ"

"جو حکم میرے محسن"

ناگ پھنی نے دونوں ہاتھ اُوپر اٹھا کر پھنکار سی ماری اور ایک دم بھر سے وہ سانپ بن گیا۔ سانپ کے رُوپ میں آتے ہی وہ رینگتا ہُوا غار کے منہ سے باہر نکل گیا۔ باہر نکل کر اس نے اہرام کے عقب سے ہو کر جھاڑیوں کے پیچھے پیچھے اُس طرف رینگنا شروع کر دیا جدھر سیاہ پوش اور اُس کا غلام گھات لگائے بیٹھے تھے۔ سانپ بڑی ہوشیاری [illegible] کے ساتھ ریت پر رینگتا آگے بڑھ رہا تھا۔ اُدھر سیاہ پوش اور غلام [illegible] جھاڑیوں میں چھپے غار کے منہ پر تھوڑی دیر کے بعد تیر برسا رہے تھے۔ غلام نے کہا :

"میرے آقا! میں آگے بڑھ کر غار کے منہ کے پاس جاتا ہوں اور اُس کے اندر تیر چلاتا ہُوں"

"ٹھیک ہے، ورنہ یُوں تو ہم سارا دن بیٹھے رہیں گے"

بوتیک نے تیر کمان کندھے سے لٹکائے اور چھپتا چھپاتا غار کے منہ کے پاس آ کر ایک طرف چھُپ کر کھڑا ہو گیا۔ اُدھر غلام کو غار کی طرف بھاگتے سانپ نے نہیں دیکھا تھا۔ وہ برابر اُن جھاڑیوں کی طرف رینگ رہا تھا جدھر سیاہ پوش چھپا ہوا تھا۔ وہ سیاہ پوش کے بالکل پیچھے آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ سیاہ پوش نے کمان میں تیر جوڑ رکھا ہے اور غار کی طرف نشانہ باندھے بیٹھا ہے۔ سانپ بڑے سکون کے ساتھ رینگتا ہُوا

اُس کے قریب آ گیا۔ اب اُس نے آہستہ آہستہ اپنی گردن اُٹھا کر پھن پھیلانا شروع کر دیا۔

جب وہ پُوری طرح اپنے پھن کو پھیلا چُکا تو آگے بڑھ کر ڈسنے ہی والا تھا کہ اچانک سیاہ پوش کی اس پر نظر پڑ گئی۔ اس نے زمین پر سے پتھر اٹھا کر سانپ پر دے مارا۔ پتھر دُور جا گرا اور اِس اثنا میں سانپ نے بجلی ایسی تیزی کے ساتھ لپک کر سیاہ پوش کی پنڈلی پر ڈس لیا۔ سیاہ پوش چیخ مار کر پیچھے گرا۔ سانپ تیزی سے رینگتا ہُوا دُوسری طرف نکل گیا۔ سیاہ پوش کا سارا جسم پتھر کی طرح سُن ہو گیا۔ زہر اُس کے خُون میں اُتر گیا تھا۔ اُس کے کان منہ اور ناک سے خُون جاری ہو گیا۔ وُہ پتھرائی ہُوئی آنکھوں کے ساتھ آسمان کو دیکھنے لگا۔ اُسے اپنے وہ سارے ظلم یاد آ گئے جو اُس نے لوگوں کے ساتھ کیے تھے۔ مگر اب پچھتانے سے کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ اب توبہ کا دروازہ بند ہو چُکا تھا۔ کاش وہ اپنی زندگی میں ہی انسانوں پر ظلم نہ کرتا بلکہ اُن کے ساتھ محبت اور مہربانی کا سلوک کرتا۔

دُوسرے لمحے سیاہ پوش مر چُکا تھا اور اُس کی لاش ریت پر پڑی تھی۔

سانپ بڑا حیران ہُوا کہ سیاہ پوش کا ساتھی کہاں ہے؟ کیونکہ غار کے منہ پر دو تیر آ کر لگے تھے جس کا مطلب صاف ظاہر تھا کہ جھاڑیوں میں دو آدمی چھُپ کر بیٹھے ہُوئے ہیں۔ لیکن یہاں اسے دُوسرا آدمی کہیں

بھی نظر نہ آرہا تھا۔ اچانک۔ سانپ کی نظر ریت پر پاؤں کے نشان پر پڑی۔ یہ پاؤں کے نشان غار کے منہ کی طرف جا رہے تھے۔ سانپ فوراً سمجھ گیا کہ دوسرا آدمی حملہ کرنے غار کی طرف گیا ہے۔ اب اُس نے تیزی کے ساتھ غار کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ وہ رینگنے کی بجائے بھاگ رہا تھا۔ کیونکہ اُس پر عنبر اور مرجانہ کی زندگیوں کی ذمے داری تھی۔ اُسے معلوم تھا کہ اگر اُس نے ذرا بھی دیر کر دی تو غار کے باہر تیر کمان لے کر بیٹھا ہوا انسان بڑی آسانی سے اندر کے آدمیوں کو تیر مار کر ہلاک کر سکتا ہے۔

غار کے قریب پہنچ کر سانپ نے غلام بوتیک کو دیکھ لیا۔ وہ بڑی چالاکی اور مکاری سے غار کی اوٹ میں ایک پتھر کے سہارے بیٹھا تھا۔ کمان میں تیر جوڑ کر اس نے نشانہ لے رکھا تھا اور اس انتظار میں تھا کہ ذرا مرجانہ یا عنبر کی شکل نظر آئے اور وہ تیر چلا کر اُسے ہلاک کر دے۔ اس وقت وہ آدمی سب سے بڑا دشمن تھا۔ سانپ اہرام کا چکر کاٹ کر پیچھے سے آیا اور غلام بوتیک کے عقب میں آکر پتھروں کے درمیان بیٹھ گیا۔ اس نے اچھی طرح سے غور کر لیا کہ دشمن پر کدھر سے حملہ کرنا ہے۔

چنانچہ بائیں پہلو میں آکر اُس نے گردن اٹھا کر بڑے سکون سے اپنا پھن پھیلایا اور پلک جھپکنے کے اندر اندر بوتیک کے پاؤں پر ڈس کر پرے ہٹ کر بیٹھ گیا اور اس کی موت کا تماشہ دیکھنے لگا۔ بوتیک نے جب

دیکھا کہ ایک سیاہ کالے ناگ نے اُسے ڈس لیا ہے تو فوراً کمر سے خنجر نکال کر اس نے اس جگہ کو کھرچنا شروع کر دیا۔ جہاں سانپ نے کاٹا تھا۔ سانپ دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔ کیونکہ اُس کا زہر اس قدر خطرناک تھا کہ ڈسنے کے ساتھ ہی دماغ کی طرف پہنچ جاتا تھا پھر بھی وہ دشمن کو دیکھتا رہا۔ بوتیک خنجر زخم پر چلا رہا تھا کہ ایک دم اُس کا ہاتھ سست پڑ گیا۔ خنجر اُس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ اُس کی گردن ٹیڑھی ہو گئی۔ آنکھیں اُوپر کو چڑھ گئیں۔ اُس کے کانوں، ناک اور منہ سے سیاہ خون جاری ہو گیا اور وہ پتھر کی طرح بے جان ہو کر زمین پر گر پڑا۔

بوتیک کے زمین پر گرتے ہی ناگ انسانی رُوپ میں آ گیا اور اُس کے قریب کھڑا ہو کر اُسے غور سے دیکھنے لگا کہ وہ مرا ہے یا نہیں۔ مرنے والے نے جب یہ دیکھا کہ ابھی ابھی جس سانپ نے اُسے کاٹا تھا۔ وُہ انسانی شکل میں اُس کے سامنے آن کھڑا ہوا ہے تو اُس کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ اُس کے مُنہ سے ضرور چیخ نکل جاتی۔ اگر زہر نے اُس کے حلق کو بند نہ کر دیا ہوتا۔ زہر اُس کے سارے خون میں شامل ہو کر اُس کے دل و دماغ تک پہنچ گیا تھا۔ چنانچہ وہ ناگ پھنی کو پتھرائی ہوئی آنکھوں سے دیکھتے دیکھتے ایک ہچکی لے کر دوسری دُنیا میں پہنچ گیا۔

اُس کے مرتے ہی ناگ پھنی نے غار کے منہ پر جا کر آواز دی:

"میرے محسن، باہر آ جائیں۔ دُشمنوں کا کام تمام ہو چکا ہے۔"

اس اعلان کے ساتھ ہی غار میں سے مرجانہ اور عنبر باہر نکل آئے۔

عنبر کو اگرچہ اپنی موت کا کوئی خوف نہیں تھا لیکن اُسے مرجانہ کا فکر ضرور تھا۔ اُس کے ساتھ ساتھ وہ بھی دکھاوے کا فکر اپنی جان کے بارے میں بھی کر رہا تھا۔ اس لیے کہ وہ مرجانہ اور ناگ پھنی پر اپنی خفیہ طاقتوں کو کھول کر واضح نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے باہر نکلتے ہی کہا :

"سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ باغ میں ہمارے گھوڑے موجود ہیں یا نہیں ؟"

وہ تینوں باغ کی طرف چل پڑے۔ راستے میں جھاڑیوں کے پاس اُنہیں سیاہ پوش کی لاش ملی۔ مرجانہ نے لاش کو دیکھ کر دیوتاؤں کا شکر ادا کیا کہ ایک ظالم کے پنجے سے اُسے نجات ملی۔ جس وقت وہ باغ میں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ اُن کے دونوں گھوڑے اِدھر اُدھر چل پھر کر گھاس چر رہے تھے۔ گھوڑوں کو دیکھ کر انہیں بڑی خوشی ہوئی کیونکہ اُس وقت اُن کے پاس اتنے پیسے بھی نہیں تھے کہ دو گھوڑے خرید سکتے۔ عنبر کے پاس شاہی ہیرا ضرور تھا۔ مگر وہ اس ہیرے کو فروخت نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"ہمیں فوراً اپنے سفر پر روانہ ہو جانا چاہیے" عنبر نے کہا۔

ناگ پھنی بولا :

"ہمیں جتنی جلدی ہو سکے مصر کی سرحدوں سے باہر نکل جانا چاہیے کیونکہ یہاں چاروں طرف خانہ جنگی ہو رہی ہے۔ کسی کو ذرا سا بھی شک

پڑ گیا کہ ہم یونان کی طرف جا رہے ہیں یا مرجانہ یونان کے ایک صوبیدار کی بیٹی ہے تو ہمارے سامنے ایک نئی مصیبت آن کھڑی ہو گی "

" تمہارا خیال بالکل درست ہے۔ چلو یہاں سے نکل چلیں "

وہ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور سفر پر روانہ ہو گئے۔

مصری سرحد کی آخری چوکی پر سے گزرتے ہوئے پہریداروں نے انہیں روک لیا اور تلاشی لینا شروع کر دی۔ ان لوگوں نے ہنگامی حالات کی وجہ سے پوری پوری تلاشی لی؛ چنانچہ جب عنبر کے جوتے اتروا کر دیکھے گئے تو ان میں سے بیش قیمت ہیرا نکل آیا۔ پہریداروں کی تو باچھیں کھل گئیں۔ اس قدر قیمتی ہیرا انہوں نے ساری زندگی نہیں دیکھا تھا۔ چوکی کے کپتان نے کہا:

" تم نے یہ ہیرا ضرور کہیں سے لوٹ مار کر کے حاصل کیا ہے۔ بولو تمہاری سزا کیا ہو سکتی ہے؟ کیوں نہ ہم تمہاری گردن اتار دیں۔ بولو"

عنبر اور مرجانہ پریشان ہو گئے۔ خواہ مخواہ راستے میں ایک رکاوٹ پڑ گئی تھی۔ عنبر کو معلوم تھا کہ اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں نکلنے والا تھا کہ وقت ضائع ہوتا اور ان کا سفر کھوٹا ہوتا۔ اس نے کپتان سے کہا کہ یہ ہیرا اس کے دادا کے وقتوں کا گھر میں چلا آ رہا ہے اور وہ اسے لے کر اپنے والد صاحب کے پاس جنوبی افریقہ جا رہا ہے۔ اس پر کپتان اور دوسرے پہریدار ہنس پڑے اور بولے:

"خوب کہانی گھڑ رکھی ہے تم نے، بھلا ہمیں معلوم نہیں کیا کہ تم نے یہ ہیرا چوری کیا ہے۔ تمہارے پاس ایسا ہیرا کہاں سے آسکتا ہے؟"
عنبر نے اُنہیں لاکھ سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ ہیرا اُسی کا ہے اور تبت کے راجہ نے اُسے خوش ہو کر دیا ہے۔ مگر پہریدار نہ مانے۔ اُنہوں نے عنبر سے ہیرا بھی چھین لیا اور ان دونوں کو سرحدی چوکی کی حوالات میں بند کر دیا۔ مرجانہ اور عنبر، دونوں بڑے پریشان ہوئے کہ وہ کس مصیبت میں پھنس گئے۔

جس حوالات میں اُنہیں بند کیا گیا تھا وہ چھوٹی سی کوٹھڑی تھی۔ جس کے اندر بے حد گرمی اور گھٹن تھی۔ ناگ پھنی کا بھی لبادے کے اندر دم گھٹنے لگا۔ عنبر نے اُسے نکال کر زمین پر رکھ دیا۔ اُس نے ساری باتیں سن لی تھیں۔ اُس نے کہا:

"آقا، اگر اجازت ہو تو ایک ایک کو کاٹ کر ہلاک کر دوں؟"

عنبر نے کہا:

"یہ بے سمجھ لوگ ہیں۔ میں انہیں ہلاک کروا کر گناہ گار نہیں بننا چاہتا۔"

مرجانہ بولی:

"پھر ہم اس قید سے کیسے باہر نکلیں گے؟"

"اس کا کوئی طریقہ سوچ لیتے ہیں۔"

اصل میں مرجانہ اور ناگ پھنی کو ابھی عنبر کی ساری خفیہ طاقتوں کا

علم نہیں ہُوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ غمگین ہو گئے، نا امید ہو گئے۔ عنبر نے انہیں بے بسی کی حالت میں دیکھا تو انہیں تسلّی دی اور کہا کہ انہیں ہمت سے کام لینا چاہیے۔

"ہماری نیّت نیک ہے۔ ربِ عظیم ضرور ہماری مدد کرے گا"

"مگر کیسے میرے بھائی؟" مرجانہ نے روتے ہُوئے کہا۔

"مرجانہ، تم بہت جلد گھبرا جاتی ہو۔ جس طاقت نے تمہیں ایک سنگ دل قاتل کے پنجے سے چھڑایا ہے۔ وُہ یہاں بھی تمہاری ضرور مدد کرے گا۔ اِس لیے رونا دھونا بند کرو"

مرجانہ آنسو پونچھ کر خاموش ہو گئی۔ لیکن اُس کا دل بے حد بوجھل تھا۔ اُسے یقین ہو گیا تھا کہ اب اُن کا اتنے پہریداروں اور سپاہیوں کی قید سے بچ کر نکلنا بہت مشکل ہے۔ عنبر کو اپنے ہیرے کا بھی فکر تھا۔ وہ تبّت کے راجہ کا دیا ہُوا تحفہ تھا اور ویسے بھی بڑا قیمتی ہیرا تھا۔ عنبر کوٹھڑی کی دیوار سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے سوچتا رہا کہ وہ کون سی ایسی ترکیب استعمال کرے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ وہ مصری سپاہیوں کو ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ شاید اس لیے بھی کہ وہ اُس کے ہم وطن تھے۔

مگر سوال یہ تھا کہ پھر دوسرا طریقہ وہاں سے فرار ہونے کا اور کیا ہو سکتا ہے؟ وہ نہ صرف وہاں سے فرار ہونا چاہتا تھا بلکہ اپنا ہیرا بھی واپس لینا چاہتا تھا۔ آخر ایک ترکیب اُس کے ذہن میں آ گئی۔

اُس نے ناگ پھنی سے کہا :

"تم مصری فوج کے سپہ سالار کے رُوپ میں آکر پہریداروں کے پاس جاؤ اور انہیں حکم دو کہ وہ ہمیں آزاد کر دیں "

"بہت بہتر میرے آقا"

سانپ رینگ کر کوٹھڑی کے روشن دان کے راستے باہر نکل گیا۔ باہر جاتے ہی اُس نے پھنکار ماری اور مصری فوج کے سب سے بڑے افسر یعنی سپہ سالار کے روپ میں نمودار ہو گیا۔ وُہ بہترین اور اعلیٰ قسم کی فوجی وردی میں تھا۔ وہ بڑی شان سے گھوڑے پر سوار چلتا ہُوا پہریداروں کے پاس آگیا۔ سپاہیوں نے اپنی فوج کے سپہ سالار کو دیکھا تو حیرانی کے عالم میں تھر تھر کانپتے ہُوئے اُسے تکنے لگے۔

"میرا منہ کیا تک رہے ہو، کپتان کہاں ہے؟" ناگ پھنی نے کہا۔

فوراً کپتان چوکی سے نکل کر سامنے آگیا اور جُھک کر بولا :

"غلام حاضر ہے سردار "

سانپ ناگ پھنی نے گرج کر کہا :

"حوالات میں کون لوگ بند ہیں ؟"

کپتان نے کہا :

"جناب چور ہیں، جو تبت کے راجہ کا ہیرا چُرا کر بھاگ رہے تھے کہ ہم نے پکڑ کر قید کر دیا "

سانپ نے کپتان کو ایک لات مار کر کہا :

"کمینے انسان، تم دوست دشمن میں تمیز بھی نہیں کر سکتے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ یہ ہماری حکومت کے مہمان ہیں اور خاص طور پر ہمارے سردار اعظم کے لیے اس ہیرے کا تحفہ لا رہے تھے۔ فوراً انہیں حوالات سے آزاد کرو"۔

"جو حکم سرکار"۔

کپتان نے لپک کر حوالات کا دروازہ کھول دیا۔ عنبر اور مرجانہ باہر نکل آئے۔ کپتان نے انہیں جھک کر سلام کیا اور کہا:

"معاف کرنا جناب، ہم سے غلطی ہو گئی سخت غلطی ہو گئی"۔

عنبر نے کہا:

"کوئی بات نہیں"۔

عنبر اور مرجانہ نے دیکھا کہ سامنے سانپ مصری فوج کے سپہ سالار کی شکل میں گھوڑے پر بڑی شان سے بیٹھا حکم چلا رہا تھا۔ وہ دل ہی دل میں مسکرا دیے۔ سپہ سالار یعنی سانپ نے کہا:

"اے ہمارے ملک کے سردار اعظم کے دوستو، اس نالائق کپتان اور پہریداروں کی وجہ سے آپ کو جو زحمت ہوئی، اس کے لیے میں حکومت کی جانب سے آپ سے معافی مانگتا ہوں۔ امید ہے آپ ہماری خطا کو درگزر کریں گے"۔

عنبر نے کہا:

"اے معزز سپہ سالار، غلطی انسان سے ہو ہی جایا کرتی ہے۔ ہمیں

خوشی ہے کہ آپ اچانک تشریف لے آئے اور ہمیں جیل کی کوٹھڑی سے آزادی نصیب ہوئی "

سانپ بولا :

" مَیں تو آپ لوگوں کا استقبال کرنے آ رہا تھا۔ اگر ذرا دیر سے پہنچتا تو دیوتا جانیں یہ لوگ آپ کے ساتھ کیا سلوک کرتے "

" بہرحال ہم آپ کے شکر گزار ہیں "

" چلیے میرے ساتھ، سرحدی شہر میں سردار اعظم آپ کا انتظار کر رہے ہیں "

" آئیے "

ناگ پھنی سپہ سالار کے رُوپ میں آگے بڑھا تو پہریداروں اور سپاہیوں نے جھک کر سلام کیا اور پیچھے پیچھے ہٹ گئے۔ ناگ پھنی، مرجانہ اور عنبر کو ساتھ لے کر ایک طرف چل پڑا۔ چوکی سے ذرا دُور آ کر ناگ پھنی نے وُہ ہیرا بھی عنبر کو دے دیا جو اس نے کپتان کی جیب سے نکال لیا تھا۔ عنبر نے ہیرا اپنے جُوتوں میں چُھپایا اور کہا :

" یہ مصری حکومت کی آخری چوکی تھی۔ اب ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔ ناگ پھنی تم اپنا رُوپ تبدیل کر سکتے ہو "

ناگ پھنی اُسی لمحے دوبارا سانپ کی شکل میں عنبر کی جیب میں چلا گیا اور وُہ گھوڑے سرپٹ دوڑاتے مصر سے نکل کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

گہرا نیلا سمندر

منزلوں پر منزلوں کا سفر کرتے آخر وہ بحیرہ روم کے کنارے پہنچ گئے
بحیرہ روم کے گہرے نیلے سمندر پر دن کی دھوپ چمک رہی تھی ۔
یہاں سے مرجانہ کا وطن کریٹ ایک رات اور ایک دن کے سفر پر تھا
وہ اپنے باپ کی یاد میں اداس ہوگئی - اس کا دل چاہنے لگا کہ وہ اُڑ کر
اپنے باپ کے پاس پہنچ جائے جس کا رو رو کر بُرا حال ہوگیا ہوگا ۔
بحیرہ روم کے کنارے ایک چھوٹی سی بندرگاہ سے وہ ایک بادبانی
جہاز میں سوار ہوگئے اور انہوں نے کریٹ کی طرف اپنا سفر شروع کر
دیا ۔ کریٹ یونان کا ایک چھوٹا سا صوبہ تھا ۔ جس کی تین جانب پانی
اور ایک جانب خشکی تھی ۔ اس جزیرہ نما پر سکندر اعظم کی حکمرانی تھی
اور یوریڈیس اسی صوبے کا صوبیدار تھا ۔
بادبانی جہاز عنبر، مرجانہ اور ناگ پھنی کو لے کر سارا دن اور سارا
رات گہرے نیلے سمندر میں سفر کرتا رہا ۔ رات کو مرجانہ اور عنبر عرشے
کے تختے پر بیٹھ گئے اور آسمان پر چمکتے ستاروں کا نظارہ کرنے لگے ۔ صبح
جہاز کریٹ کی بندرگاہ پر لگنے والا تھا ۔ عنبر کا یہ فرض تھا کہ وہ صوبیدار
یوریڈیس کی بیٹی مرجانہ کو اس کے باپ کے حوالے کرے ۔ اس کے

بعد اُس کا منصوبہ سکندرِ اعظم سے ملاقات کرنے کا تھا۔ وہ سکندر کے اُس فلسفی استاد سے ملنا چاہتا تھا جس کا نام ارسطو تھا اور جس کی عقلمندی کی اُس نے بے حد تعریف سُنی تھی۔

آدھی رات کے بعد وہ سو گئے۔ صبح ان کی آنکھ کھُلی تو جہاز کریٹ کی بندرگاہ کے ساتھ لگ چکا تھا اور دن کافی نکل آیا تھا۔ مرجانہ کو ساتھ لے کر عنبر جہاز سے اُتر آیا۔ بندرگاہ کے باہر آکر اُس نے مرجانہ سے اس کے گھر کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ اپنے گھر کا راستہ خوب جانتی ہے؛ چنانچہ وہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہوئے اور صوبیدار یوریڈیس کے گھر کی طرف چل پڑے۔

مرجانہ کے باپ کا مکان ایک عالی شان محل تھا جس کے باہر سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے مرجانہ کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور جھک کر ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا:

"شہزادی صاحبہ، دیوتا اپالو کا شکر ہے کہ آپ تشریف لے آئیں۔ آپ کی جدائی میں آپ کے والد صاحب تو بیمار پڑ گئے ہیں۔"

مرجانہ عنبر کو لے کر اپنے باپ کے محل میں آ گئی۔ باپ بستر پر بیمار پڑا تھا۔ اس نے اپنی بیٹی کو دیکھا تو خوشی سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے اپنی بچی کو گلے سے لگا لیا۔ مرجانہ بھی باپ کے گلے لگ کر خوب روئی۔ جب دونوں کے دل کی بھڑاس نکل چکی تو یوریڈیس نے پوچھا۔

"یہ نوجوان کون ہے بیٹی ؟"

"ابا جان، یہی وہ نوجوان عنبر ہے جس کی مدد سے میں دشمنوں کے چنگل سے نکل کر آپ تک پہنچی ہوں ۔"

پھر اس نے اپنے باپ کو ساری کہانی سنائی۔ مرجانہ کے باپ نے عنبر کو بھی سینے سے لگا لیا۔ اس نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا :

"بیٹا، تم نے ایک بوڑھے باپ کو اس کی بیٹی کو ملا کر مجھے ہمیشہ کے لیے خرید لیا ہے۔ میں ساری زندگی تمہارا احسان نہیں بھولوں گا۔ بتاؤ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں ؟"

عنبر نے بوڑھے صوبیدار کا کمزور ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا:

"میں نے باپ کو اس کی بیٹی سے ملا کر اپنا انسانی فرض ادا کیا ہے حضور۔ میرے لیے یہی میرا انعام ہے ۔"

بوڑھے یوریڈیس نے کہا :

"بیٹا عنبر، اس محل کو تم اپنا ہی گھر سمجھو۔ چاہے ساری عمر یہاں رہو۔"

عنبر ساری عمر وہاں نہیں رہنے آیا تھا۔ اسے وہاں سے آگے یونان کے مشہور شہر ایتھنز جانا تھا جہاں سکندر اعظم حکومت کرتا تھا۔ عنبر کو صوبے دار کے ذریعے معلوم ہوا کہ سکندر اعظم مصر اور ایران پر چڑھائی کی تیاری کر رہا ہے۔ عنبر نے یوریڈیس اور مرجانہ سے اجازت لی اور اپنے دوست ناگ بھنی کو جیب میں رکھ کر ایتھنز کی طرف روانہ ہو گیا ۔

ایتھنز پہنچنے کے لیے اسے بادبانی جہاز میں سفر کرنا پڑا۔ ایک دن اور ایک رات کی مسافت کے بعد وہ ایتھنز کی بندرگاہ پر پہنچ گیا۔ یوریڈیس صوبے دار نے ایتھنز کے ایک امیر ترین سوداگر کے نام عنبر کو خط لکھ کر دیا تھا۔ عنبر خط لے کر اُس سوداگر کے گھر پہنچ گیا۔ یہ ایک امیر سوداگر تھا جس کے گھر کے اندر جگہ جگہ پانی کے فوارے لگے تھے اور باغ میں زیتون اور سرخ اناروں کے درخت ٹھنڈی ہواؤں میں جھوم رہے تھے۔

سوداگر نے عنبر کو بڑے احترام سے اپنے گھر میں بُلایا اور کہا:
"اس گھر کو اپنا ہی گھر سمجھیں۔ جس چیز کی ضرورت ہو بلا جھجک کہہ دیجئے۔ نوکر آپ کی خدمت کے لیے ہر وقت حاضر رہیں گے۔"

دوسرے روز عنبر ایتھنز کی سیر کے لیے گھر سے اکیلا ہی نکل آیا۔ ایتھنز اس دور کا انتہائی خوب صورت اور خوش حال شہر تھا۔ لوگ بڑے سکون کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ملک میں تعلیم کا بڑا چرچا تھا۔ جگہ جگہ سکول اور کالج تھے۔ دکانوں پر چیزیں خریدنے والوں کا ہجوم لگا تھا۔ ایک جگہ عنبر کو بھوک محسوس ہوئی تو وہ ایک دکان میں آ گیا۔ یہاں بہت سے یونانی بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ کھانے میں مرغابیوں کا گوشت اور کیکڑوں کا شوربہ ضرور تھا۔ کھانے کے بعد عنبر واپس اپنے میزبان سوداگر کے گھر آ گیا۔

سوداگر کے ہاں رہتے ہوئے عنبر کو ایک ہفتہ گزر گیا تھا کہ ایک روز سوداگر نے اُسے بتایا کہ سکندر اعظم نے مصر اور ایران پر حملے کا منصوبہ

ملتوی کر دیا ہے۔ اس کی وجہ محض یہ تھی کہ سکندر اعظم بیمار ہے۔ اُس کے سر میں تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد درد کے شدید دَورے پڑتے ہیں۔

عنبر نے پُوچھا:

"کیا شاہی طبیب اتنے بڑے بادشاہ کا علاج نہیں کر سکے؟"

سوداگر نے بتایا کہ شاہی طبیب بھی ناکام ہو گئے ہیں۔ کسی کی سمجھ میں سکندر کی بیماری نہیں آ رہی۔ عنبر نے سوچا کہ سکندر سے ملنے کا اس سے اچھا موقع کبھی نہیں مل سکتا۔ اُس نے ناگ پھنی کو جیب میں رکھا اور شاہی محل کی طرف چل پڑا۔ محل کے دروازے پر اُسے روک دیا گیا۔ اُس نے کہا کہ سکندر اعظم کو جا کر اطلاع دی جائے کہ ملک قرطاجنہ سے ایک طبیب اُس کی بیماری کا علاج کرنے آیا ہے۔ جب یہ اطلاع سکندر تک پُہنچی تو اُس نے عنبر کو اندر بُلا لیا۔ سکندر ایک عالی شان تخت پر لیٹا ہوا تھا۔ اُس کے سرہانے ایک طرف درباری ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ ایک جانب شاہی حکیموں کی قطار سر جھکائے کھڑی تھی اور پہلو میں ایک سفید ڈاڑھی والا بوڑھا بیٹھا گہری سوچ میں گُم تھا۔

عنبر کو معلوم ہُوا کہ وہ بوڑھا سکندر کا اُستاد ارسطو ہے۔ عنبر نے اندر جا کر بڑی عقیدت کے ساتھ جُھک کر سکندر کو سلام کیا اور کہا:

"یہ خاکسار قرطاجنہ کا ایک معمولی حکیم ہے اور آپ کی بیماری کا سُن کر اس خیال سے آیا ہے کہ شاید میری دوا سے آپ تندرست ہو جائیں۔"

سکندر خاموش رہا۔ ارسطو بھی خاموش نگاہوں سے عنبر کو تکنے لگا۔

یونان کے شاہی حکیم نے کہا :

" اگر تم معمولی حکیم ہو تو اتنی پیچیدہ بیماری کا علاج کیسے کر سکو گے جو بڑے بڑے تجربہ کار حکیموں کے بھی سمجھ میں نہیں آ رہی ؟"

عنبر نے بڑے ادب سے کہا :

" یہ جرأت میں صرف اس لیے کر رہا ہوں کہ سر کے شدید درد کا علاج ہمارے خاندان کی پرانی ریت ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد اس بیماری کا خاص طور پر علاج کیا کرتے تھے۔ میرے پاس اس کا ایک خاص نسخہ اور خاص دوا ہے۔ اگر شہنشاہ اعظم کی اجازت ہو تو میں علاج شروع کر دوں ؟"

سکندر کا سر درد کی شدت سے پھٹا جا رہا تھا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے کہا کہ اسے علاج شروع کرنے کی اجازت ہے۔ عنبر نے ارسطو کی طرف دیکھا اور کہا :

" اجازت ہے اُستادِ زماں ؟"

ارسطو نے اپنی سفید ڈاڑھی میں انگلیاں پھیر کر کہا :

" اگرچہ مجھے اُمید نہیں کہ تم سکندرِ اعظم کا علاج کر سکو کیونکہ تم ایک ناتجربہ کار نوجوان ہو۔ پھر بھی میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ مگر ہر دوا پلانے سے پہلے مجھے دکھانی ہو گی "

" جیسے آپ کا حکم اُستادِ زماں "

اس وقت دربار میں ہر ایک کی نگاہ عنبر کی طرف تھی۔ سکندر کو شدید درد ہو رہا تھا۔ عنبر نے دواؤں کے تھیلے میں سے دو تین مختلف عرق کی

بوتلیں نکال کر چاندی کے میز پر رکھ دیں اور پھر اُن کو آپس میں ملانے لگا۔ ان سب دواؤں کو ملا کر اُس نے سونے کے چمچ میں عرق کے چند قطرے ٹپکائے اور ارسطو کی طرف بڑھا کر کہا :

" استادِ زمان ، دوائی کو ملاحظہ فرما لیجئے گا "

ارسطو نے مشکوک نظروں سے عنبر کی طرف دیکھا اور پھر چمچ ناک کے قریب لے جا کر اُسے سُونگھا اور کہا :

" یہ کون سی بوٹی ہے جس کا یہ عرق ہے ؟ مَیں نے تو اس سے پہلے ایسی دوا کبھی نہیں دیکھی "

عنبر نے بڑے ادب سے عرض کی :

" استادِ زمان ، یہ ملک تبت کے پہاڑوں میں اُگنے والی ایک خاص بوٹی ہے جو سال کے صرف ایک مہینے میں اُگتی ہے ۔ مَیں نے برس ہا برس کی محنت کے بعد اسے تبت میں جا کر اکٹھا کیا ہے ۔ اس بوٹی میں میں نے چار اور بوٹیوں کا عرق شامل کیا ہے ۔ اگر اجازت ہو تو مَیں شہنشاہ اعظم کو دوا پیش کروں "

ارسطو نے کہا :

" اجازت ہے "

عنبر دوا کا چمچ لیے سکندرِ اعظم کی طرف بڑھا ۔ سکندرِ اعظم کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا ۔ مگر وہ بڑی دلیری سے درد کو برداشت کر رہا تھا ۔ عنبر نے دوا کا چمچ آگے کرتے ہوئے کہا :

"اس عرق کو پی لیجیے شہنشاہ اعظم"
سکندر نے ارسطو کی طرف دیکھا۔ ارسطو نے سر ہلا کر اشارہ کیا کہ ٹھیک ہے۔ اس دوا کو بھی آزما کر دیکھ لینے میں کیا ہرج ہے؟ سکندر نے دوا پی لی اور چمچ عنبر کے ہاتھ میں دے دیا۔ تمام لوگوں پر ایک خاموشی طاری ہو گئی۔ ہر کوئی یہ معلوم کرنے کو بے تاب تھا کہ سکندر پر دوا کا کیا اثر ہوا ہے۔ دوا پینے کے چند لمحے بعد ہی سکندر نے محسوس کیا۔ کہ اس کے سر کا درد غائب ہونا شروع ہو گیا ہے اور پھر جُوں جُوں وقت گزرتا گیا اس کی طبیعت سنبھلتی گئی اور درد کم ہوتا چلا گیا تھوڑی ہی دیر بعد درد بالکل ہی غائب ہو گیا اور سکندر اعظم تخت پر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ارسطو کی طرف دیکھ کر کہا:

"استاد مکرم، اِس دوائی نے کمال کر دکھایا ہے"
ارسطو نے عنبر کو شاباش دی۔ سکندر نے عنبر سے کہا:

"نوجوان، تمہاری دوائی نے ہمارے سر درد کو دُور کر دیا ہے جبکہ ہمارے دربار کے سارے کے سارے حکیم جواب دے گئے تھے۔ ہم تم سے بے حد خوش ہوئے ہیں۔ یہ بتاؤ کہ تم کیا خواہش کرتے ہو؟ تم جو بھی خواہش کرو گے ہم اسے ابھی اسی وقت پُورا کر دیں گے"
عنبر نے دست بستہ ہو کر عرض کی:

"اے شہنشاہ اعظم! مجھے زندگی میں صرف ایک ہی خواہش ہے کہ میں آپ کے دربار میں ایک درباری بن کر باقی زندگی بسر کر دوں۔ اگر آپ

میری اِس خواہش کو پُورا کردیں گے تو مَیں اِسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔"
سکندر نے مسکرا کر کہا :
"ہم تمہیں اپنے دربار کا خاص الخاص حکیم مقرر کرتے ہیں۔ آج سے تم ہمارے دربار کے ایک معزز رکن کی حیثیت سے ہمارے دربار میں آ کر بیٹھا کرو گے ۔"
عنبر نے جُھک کر کہا :
"خاکسار اس عنایت پر جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔ میں آپ کا تہہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہُوں ۔"
ارسطو نے مُسکرا کر کہا :
"نوجوان عنبر، تم بڑی دلچسپ باتیں کرتے ہو۔ تمہاری باتوں سے ہمارے شہنشاہ کا دل بہل جایا کرے گا ۔"
عنبر نے بصد ادب کہا :
"اُستادِ زمان، آپ کے سورج کے سامنے میرا چراغ کہاں جل سکتا ہے ؟"
ارسطو نے مسکرا کر کہا :
"ہر شے کا اپنا اپنا الگ مقام ہوتا ہے۔ اپنی جگہ پر ہر شے بڑی قیمتی ہوتی ہے۔ سورج دن کو روشنی کرتا ہے لیکن چراغ رات کو روشن ہوتا ہے۔ جب سورج کہیں نہیں ہوتا تو چراغ کی روشنی ہی لوگوں کو راہ دکھاتی ہے ۔"

عنبر ارسطو کی باتیں سُن کر بڑا متاثر ہوا۔ اس نے ارسطو کے بارے میں جیسا سنا تھا اُسے ویسا ہی پایا۔ سکندر کے حکم پر عنبر شاہی محل کے ایک حجرے میں آ کر رہنے لگا۔ اب ارسطو سے ہر روز اُس کی ملاقات ہوتی۔ سکندر اعظم عنبر سے بہت خوش تھا اور اُسے اکثر اپنے پاس بُلا لیا کرتا تھا۔ ایک روز ارسطو نے سکندر کے سامنے ایک ایسی بحث چھیڑ دی جس کا تعلق مرنے کے بعد آدمی کی دوسری زندگی سے تھا۔ سکندر کا خیال تھا کہ انسان کی دوسری زندگی کوئی نہیں ہوتی۔ ارسطو بھی اُس کی ہاں میں ہاں ملا رہا تھا۔ اُس نے کہا کہ انسان جب مر جاتا ہے تو مٹی کے ساتھ مل کر مٹی بن جاتا ہے۔ عنبر نے ادب سے کہا :

"اُستادِ زمان، میرا ایک مرشد ہوا کرتا تھا۔ اس نے مجھے کہا تھا کہ انسان تو بڑی چیز ہے اگر سانپ سو برس کا ہو جائے تو وہ مرنے کے بعد زندہ رہتا ہے اور جس شکل میں چاہے سامنے آ سکتا ہے۔"

ارسطو نے قہقہہ لگا کر کہا :

"تمہارا مرشد کوئی دیوانہ آدمی تھا۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ سانپ زندہ رہنے کے بعد کسی دوسری شکل میں آ جائے۔ اوّل تو سانپ اتنی لمبی عمر تک زندہ نہیں رہ سکتا اور پھر اگر زندہ رہ بھی جائے تو اُس کے اندر ایسی طاقت پیدا ہو جانا ایک مذاق کی بات ہے۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا :

"اُستادِ زمان، مَیں نے ایک ایسا انسان دیکھا ہے جو دو ہزار برس سے

زندہ ہے "

سکندر اور ارسطو نے عنبر کی طرف کچھ اِس طرح دیکھا۔ جیسے وہ دیوانہ ہوگیا ہے۔ عنبر نے ادب سے سر جھکا کر کہا :

" حضور، اگر اجازت ہو تو میں ایک ایسا سانپ آپ کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں جس کو زندہ رہتے دو سو برس ہو گئے ہیں اور جس میں اب اتنی طاقت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ جو شکل چاہے اختیار کر سکتا ہے "

سکندر پلنگ پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ارسطو نے حیرت سے عنبر کو دیکھا :

" نوجوان حکیم، تمہیں معلوم ہے تم کیا کہہ رہے ہو اور کس کے سامنے کہہ رہے ہو؟ کیا تم سکندر اعظم ایسے شہنشاہ سے مذاق کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟ "

عنبر نے ادب سے کہا :

" استادِ زماں، میں مذاق نہیں کر رہا "

اس کے ساتھ ہی عنبر نے جیب سے ناگ پھنی سانپ کو نکال کر قالین پر رکھ دیا اور کہا کہ یہ ہے وہ سانپ جو دو سو برس سے زندہ ہے اور جو کسی بھی شکل کے ساتھ سامنے آ سکتا ہے۔ سکندر اور ارسطو سانپ کو تعجب سے دیکھنے لگے۔

مصر پر حملہ

•

سکندرِ اعظم سانپ کو انسان کی شکل میں دیکھ کر ششدر رہ گیا۔
اس نے ناگ پھنی سے پوچھا کہ وہ کون ہے اور انسان کی صورت میں کیسے آ گیا؟ ناگ پھنی نے اسے بتایا کہ اس کا نام یوحا ہے۔ ایسے سانپ کو جو دو سو برس تک زندہ رہے یوحا کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں اتنی طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ جس شکل میں چاہے نمودار ہو جائے۔ ارسطو نے آگے بڑھ کر یوحا کو بڑے غور سے دیکھا۔ اس کے شانوں اور بازوؤں کو ٹٹول کر دیکھا۔ اس نے محسوس کیا کہ یوحا میں سانپ کی ساری خصلت موجود تھی۔ یعنی وہ آنکھیں نہیں جھپکتا تھا اور کسی وقت چپکے سے زبان نکال کر ہلکی سی پھنکار مارتا تھا۔ سکندر نے عنبر سے پوچھا:

"عنبر، یہ سانپ تجھے کہاں سے ملا؟"

عنبر نے سکندر کو سانپ کے ملنے کی ساری کہانی سنا دی۔ سکندرؔ نے کہا کہ وہ اس سانپ کو اپنے ساتھ فوج میں رکھے گا اور اس سے بڑے بڑے کام لے گا۔ عنبر نے کہا کہ یوحا سے پوچھ لیا جائے۔ کیوں کہ اس کی مرضی حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ سکندر نے یوحا سے اجازت طلب کی تو اس نے پہلے تو ٹال مٹول سے کام لیا اور پھر عنبر کے کہنے پر وہ

راضی ہو گیا۔ لیکن اُس نے ایک شرط پیش کی کہ وہ کسی ایسے شخص کو ہلاک نہیں کرے گا جس کے بیوی بچے ہوں۔ سکندر نے اُس کی شرط منظور کر لی۔ ارسطو نے سانپ کو ایک بار پھر اصلی رُوپ میں آنے کو کہا تو اُس نے عنبر کی طرف دیکھا اور پُوچھا :

"میرے محسن، کیا آپ کی بھی اجازت ہے ؟"

"ہاں یوحا، میری طرف سے بھی اجازت ہے"

پھر اس کے ساتھ ہی ناگ پھنی انسان سے بدل کر سانپ بن گیا۔ عنبر نے سانپ کو اپنے تھیلے میں رکھ لیا۔ اُسی شام ارسطو عنبر کو ساتھ لے کر محل کے باغ میں ٹہلتے ہُوئے بولا :

"سکندر اعظم ساری دُنیا کو فتح کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔ اگر یوحا نے اس کی مدد کی تو وہ بہت جلد اپنے منصوبے میں کامیاب ہو جائے گا"

عنبر نے کہا :

"استاد زماں، سکندر اعظم پر لازم ہے کہ یوحا کی اُس شرط کا ضرور خیال رکھے جس میں اُس نے کہا ہے کہ وُہ کسی ایسے جرنیل کو ہلاک نہیں کرے گا جس کے بیوی بچے ہوں"

ارسطو کچھ سوچ کر بولا :

"ایسا تو بہت مشکل ہو گا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے سکندر جس جرنیل کو یوحا کی مدد سے ہلاک کروانا چاہے وہ شادی شدہ ہو اور اس کے بیوی

بچے بھی ہوں۔ پھر تو بڑی مشکل پیش آ جائے گی!"

عنبر نے کہا۔

"استاد زمان، ایسی صورت میں یوحا اُس آدمی کو کبھی ہلاک نہیں کرے گا:"

ارسطو بولا:

"تو کیا وہ شہنشاہ اعظم سکندر کے حکم کو ماننے سے انکار کر دے گا؟"

"یہ مَیں نہیں جانتا: ہاں، اتنا ضرور جانتا ہوں کہ اگر اُس کی شرط کا خیال نہ رکھا گیا تو وہ کسی کے بھی حکم کو تسلیم نہیں کرے گا اور غائب ہو جائے گا:"

ارسطو نے کوئی جواب نہ دیا۔ وُہ کچھ دیر تک خاموشی سے ٹہلتا رہا پھر بولا:

"سکندر مصر پر حملہ کرنے والا ہے۔ مصر کو فتح کرنے کے بعد وُہ ایران پر حملہ کرے گا اور وہاں سے سندھ کی طرف روانہ ہو جائے گا۔ وُہ یونان سے لے کر جاپان تک اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے:"

عنبر نے پُوچھا:

"آپ کے خیال میں سکندر اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جائے گا؟"

"اگر وُہ ہمت سے کام لے گا اور اپنے ارادے پر ڈٹا رہے گا تو کوئی عجب نہیں کہ وہ آدھی دُنیا کو فتح کر لے:"

عنبر سوچنے لگا کہ یہ کیسا بادشاہ ہے کہ ساری دُنیا سے دشمنی مول

لے رہا ہے۔ اُس نے اپنی دو ہزار سالہ عمر میں ظالم بادشاہ بھی دیکھے تھے اور دوسرے مُلکوں پر حملہ کرنے والے بادشاہ بھی دیکھے تھے۔ مگر اُس نے ایسا بادشاہ آج تک نہیں دیکھا تھا جو فوج لے کر ساری دُنیا کو فتح کرنے گھر سے نکل کھڑا ہُوا ہو۔ مگر سکندرِ اعظم ایسا ارادہ رکھتا تھا، بلکہ وہ مصر کی طرف کوُچ کرنے ہی والا تھا۔ ایک بات عنبر نے محسوس کی تھی کہ سکندرِ اعظم کی عمر اگرچہ چھوٹی تھی۔ مگر وہ بے حد دلیر اور پختہ عزم کا نوجوان تھا۔ جس بات پر ڈٹ جاتا اُسے پُورا کر کے ہی چھوڑتا۔

رات کو اُس نے ناگ پھنی سے مشورہ کیا تو وُہ بولا :

"میرے محسن، مَیں ایک طاقت پسند بادشاہ کی ذاتی غرض کے واسطے دُوسرے لوگوں کو ہلاک نہیں کر سکتا۔ سکندرِ اعظم دوسرے ملکوں کو صرف اپنے لیے فتح کرنا چاہتا ہے، اُس کے نزدیک عوام کی بھلائی نہیں ہے۔ یونان میں عوام کی حکومت تھی۔ لیکن سکندر نے عوام کی حکومت کو ختم کر کے اپنا قبضہ جما لیا اور اب وہ بادشاہ بن کر بیٹھ گیا ہے اور ساری دُنیا کو فتح کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔"

عنبر نے کہا :

"یوحا، میری طرف سے تمہیں پُوری آزادی ہے۔ جس بات کی اجازت تمہارا ضمیر تمہیں دے، تم وہی کرو۔ بے شک اس معاملے میں میری بھی پروا نہ کرو اور نہ سکندر کے حکم کی پروا کرو۔ مَیں تم سے کبھی ناراض نہیں ہُوں گا۔"

ناگ پھنی بولا :

"بس مَیں بھی آپ سے اجازت چاہتا تھا۔ اِس لیے کہ سکندرِ اعظم کی شاہی طاقت کے ہاتھ بٹانے کے لیے میرا جی نہیں چاہتا"

"اچھا ناگ پھنی، وقت آنے پر دیکھا جائے گا"

اُسی ہفتے سکندر نے مصر کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ وہ لاکھوں سپاہیوں، ہاتھی گھوڑوں اور منجنیقوں کے ساتھ بحیرۂ روم کو عبور کر کے شمالی افریقہ میں داخل ہو گیا۔ راستے میں آئے ہُوئے چھوٹے چھوٹے ملکوں اور شہروں کو رَوندتا ہُوا وُہ مصر کی سرحدوں پر جا پہنچا۔ مصر میں اُس وقت ایک سنگ دل جرنیل پوٹلمی کی حکومت تھی۔ بلکہ اس نے فرعون کو قتل کر کے تخت پر زبردستی اور عوام کی مرضی کے خلاف قبضہ کر رکھا تھا۔ لوگ اُس کے خلاف تھے۔ کیوں کہ اُسے سوائے اپنے عیش و آرام کے رعایا سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

چنانچہ جب سکندر کی فوجوں نے مصر کی سرحدوں پر حملہ کیا تو مصر کے عوام نے سکندر کی فوجوں کا ساتھ دیا اور پوٹلمی کے خلاف محاذ بنا لیا مصری فوجوں میں بھی پوٹلمی کی طرف سے بے اطمینانی پھیلی ہوئی تھی۔ کیونکہ پوٹلمی نے بعض اپنے رشتہ داروں کو اُونچے عہدے دے رکھے تھے۔ دوسری طرف یونانی فوج تازہ دم تھی اور سکندر کے اشارے پر مر مٹنے کو تیار تھی۔ وہ اسلحہ کے معاملے میں مصریوں سے بہت آگے تھی۔ پہلی ہی یلغار میں یونانی فوج مصر کی سرحدوں میں داخل ہو گئی اور اُس نے

مصر کے دارالحکومت تھیبس کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ تھیبس کے شہر کے دروازے بند کر دیے گئے اور مصری فوج تیر کمان اور نیزے لے کر قلعے کی فصیل پر چڑھ گئی۔

سکندرِ اعظم کی فوج نے قلعے کے باہر میدان میں خیمے لگا لیے اور قلعے کا محاصرہ شروع ہو گیا۔ ایک مہینہ گزر گیا اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ تھیبس شہر کے اندر کھانے پینے کا بہت سا ذخیرہ موجود تھا۔ اس صورت حال سے سکندر پریشان ہو گیا۔ اس نے ارسطو سے مشورہ کیا۔ ارسطو نے اُسے کہا کہ اگر کسی طرح پوٹلمی کو ہلاک کر دیا جائے تو اس کی فوجوں میں بددلی پھیل جائے گی اور پھر یونانی فوج حملہ کر دے تو وہ قلعے کے اندر داخل ہو سکتی ہے۔

"اس کام کے لیے ہم ناگ پھنی یوحا کو استعمال کر سکتے ہیں۔ وہ سانپ کے رُوپ میں قلعے کے اندر داخل ہو کر پوٹلمی کو ہلاک کر سکتا ہے۔"

سکندر نے کہا:

"لیکن اس میں اس کی اپنی جان کا خطرہ بھی تو ہے۔ ہو سکتا ہے پوٹلمی کے سپاہی اُسے بھی ہلاک کر دیں۔"

ارسطو نے کہا:

"ایسی صورت میں سانپ اپنے آپ کو کسی بھی پہریدار کے رُوپ میں تبدیل کر کے اپنی جان بچا سکتا ہے۔ اور کچھ نہیں تو اگر وہ پوٹلمی کو ڈسنے کے بعد یونانی سپاہی کا بھیس ہی بدل لے تو اُس کی جان محفوظ رہ سکتی ہے۔"

سکندر کو ارسطو کی یہ تجویز پسند آئی۔ اُس نے اُسی وقت عنبر کو طلب کیا اور اُنہیں اپنے منصوبے سے آگاہ کر دیا۔ عنبر نے ناگ پھنی کو سامنے حاضر کر لیا اور کہا:

"یوحا، جیسا کہ تم جانتے ہو سکندرِ اعظم اس وقت مصر کے شہر تھیبس کے باہر اپنی فوجوں کے ساتھ پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ تم قلعے کے اندر جا کر مصر کے جرنیل اور سنگ دل فرعون پوٹمی کو ہلاک کر دو۔ پوٹمی غیر شادی شدہ ہے اور اس کے علاوہ وہ ایک ظالم بادشاہ بھی ہے۔ اُس نے رعایا پر بے انتہا ظلم کیے ہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ رعایا آج اُس کے خلاف ہو چکی ہے۔ کیا تم اس کام کو سرانجام دے لو گے؟"

سانپ یوحا نے ادب سے جھک کر کہا:

"میرے محسن، میں آپ کے حکم کے خلاف ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکال سکتا۔ اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو میں ابھی قلعے کی طرف روانہ ہو جاتا ہوں۔"

"ہاں ناگ پھنی، میری یہی خواہش ہے کہ پوٹمی کو اُس کے ظلم کی سزا دی جائے۔"

"تو میں تیار ہوں۔"

سکندر اور ارسطو نے عنبر کا شکریہ ادا کیا کہ اُس نے ناگ پھنی کو ایک مشکل کام پر آمادہ کر لیا۔ اُسی رات دوپہر کے بعد ناگ پھنی کے رُوپ میں

خیمے سے نکل کر قلعے کی طرف روانہ ہو گیا۔ وُہ ریت کے ٹیلوں کے ساتھ ساتھ رینگتا قلعے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سب سے بڑا خطرہ اس وقت تھا جب اس نے قلعے کی فصیل کے اُوپر چڑھنا تھا۔ کیونکہ فصیل پر کھڑے پہریدار سپاہی بڑے چوکس تھے اور ہو سکتا تھا کہ وہ سانپ کو رینگتا دیکھ لیں اور فوری طور پر تلوار مار کر دو ٹکڑے کر دیں اور سانپ کو اتنی مہلت ہی نہ ملے کہ وہ اپنی جُون بدل سکے۔

پھر بھی ناگ پھنی اپنے دوست اور اپنے محسن عنبر کے حُکم کے مطابق فرض ادا کرنے بے خوف ہو کر موت کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ وُہ میدان عبور کر کے قلعے کی فصیل کے گردا گرد جانے والی کھائی کے کنارے پُہنچ گیا۔ یہاں سے وہ کھائی کے پانی میں اتر گیا اور چپکے چپکے جھاڑیوں اور سرکنڈوں کی اوٹ میں تیرتا ہُوا کھائی کے دوسرے کنارے پُہنچ گیا۔ ایک جگہ اُس نے مناسب موقع دیکھا اور بڑی احتیاط سے رینگتا ہُوا ہوتے ہوتے قلعے کی فصیل پر چڑھنے لگا۔ آدھا راستہ طے کرنے کے بعد اُسے فصیل کے اُوپر سپاہیوں کے باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔ اُس نے محسوس کیا کہ وہ خطرناک مقام کی طرف بڑھ رہا ہے۔ وُہ وہیں سے بائیں پہلو کی جانب ہو گیا۔ فصیل کے پہلو میں رینگتے ہُوئے وہ اُوپر کی طرف چڑھنے لگا۔

یہاں اُس نے غور سے آوازوں کو سُننے کی کوشش کی۔ اُوپر سے کسی سپاہی کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ اس نے موقع غنیمت جانا اور بڑی تیزی

سے دیوار پر چڑھ کر فصیل کے اُوپر آ گیا۔ سانپ نے گردن ذرا سی اُوپر نکال کر فصیل کے چاروں طرف دیکھا۔ سپاہیوں کی ایک ٹولی ذرا پرے بیٹھی کھانا کھا رہی تھی۔ سانپ کو اس سے بہتر سنہری موقع نہیں مل سکتا تھا۔ وُہ لپک کر فصیل کی دیوار کے اُوپر سے ہو کر ایک بارہ دری کی طرف آ گیا، جس کے ساتھ ہی نیچے کو سیڑھیاں آ رہی تھیں۔ اب اُس کا سانپ کی شکل میں شاہی محل تک راستہ طے کرنا اپنی موت کو خود آواز دینے کے برابر تھا۔ کیونکہ قدم قدم پر سپاہی کھڑے تھے اور کوئی بھی سپاہی سانپ کو دیکھ کر اسے فوراً ہلاک کر سکتا تھا۔

ناگ پھنی سیڑھیوں میں ایک طرف پھن پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔ اُس نے ذہن میں ایک عام یونانی افسر کا نقشہ جمایا اور پھنکار ماری۔ دوسرے لمحے وہ ایک خوب صورت یونانی افسر کی وردی پہنے انسان کی شکل میں کھڑا تھا۔ وہ خود اپنی وردی اور کمر کے ساتھ لگی ہُوئی تلوار کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور سیڑھیاں اُتر کر نیچے آ گیا۔ قلعے کے اندر شہر میں بڑی چہل پہل تھی۔ شہری خرید و فروخت کر رہے تھے۔ سپاہی جگہ جگہ تلواریں لیے کھڑے ہر آنے جانے والے کو غور سے گھُور رہے تھے کہ کہیں دُشمن کا کوئی جاسوس تو قلعے کے اندر داخل نہیں ہو گیا۔

لیکن سانپ پر کسی کو شک ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ وُہ تو ایک خوب صورت نوجوان یُونانی افسر کے رُوپ میں تھا اور فوج میں سینکڑوں یونانی افسر تھے۔ ہر سپاہی، ہر افسر کو نہیں پہچانتا تھا۔ سانپ جب قریب سے

گزرتا تو ہر سپاہی اُسے سلام کرتا۔ ناگ پھنی اسی طرح چلتے چلتے شہر کے وسط میں آگیا جہاں سے ایک کھلی سڑک شاہی محل کی جانب چلی گئی تھی ایک رتھ محل کی طرف جا رہا تھا۔ ناگ پھنی نے رتھ کو رکوا لیا اور رتھ بان سے کہا :

"مجھے بھی شاہی محل لے چلو"

رتھ بان نے سلام کر کے کہا :

"تشریف لائیے سرکار!"

ناگ پھنی رتھ میں سوار ہو گیا اور رتھ بڑی تیز رفتاری کے ساتھ شاہی محل کی جانب چل پڑا۔ رتھ بان کی زبانی ناگ پھنی نے باتوں ہی باتوں میں معلوم کر لیا تھا کہ پوٹمی اس وقت شاہی محل کے اندر اپنے افسروں اور سپہ سالاروں کی خفیہ میٹنگ کر رہا ہے۔ ناگ پھنی محل کے قریب جا کر رتھ سے اُتر گیا۔ دروازے پر کھڑے پہریداروں نے ناگ پھنی کو ایڑیاں جوڑ کر سلام کیا۔ اُن کا خیال تھا کہ یہ یونانی افسر بھی اندر اجلاس میں جا رہا ہے؛ چنانچہ انہوں نے فوراً ناگ پھنی کے لیے دروازہ کھول دیا۔ اب وہ شاہی محل کے لمبے چوڑے کمروں اور غلام گردشوں میں سے گزر رہا تھا۔ جو سپاہی بھی اس کے قریب سے گزرتا اسے سلام ضرور کرتا۔ ایک جگہ چند افسر کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ ناگ پھنی اُن کے قریب سے ہو کر گزرنے لگا تو ایک افسر نے کہا :

"کہاں جا رہے ہو میاں صاحب زادے؟"

ناگ پھنی گھبرا گیا کہ انہیں کیا جواب دے۔ مگر فوراً ہی سنبھل کر ذرا غصے میں بولا:

"تمہیں معلوم نہیں اندر اجلاس ہو رہا ہے اور میں پوٹلمی کے پاس محاذِ جنگ سے ایک خاص پیغام لے کر جا رہا ہوں۔"

افسر خاموش ہوگئے کیوں کہ اس زمانے میں محاذ جنگ کی ایک ایک پل کی خبر پوٹلمی کو پہنچائی جاتی تھی اور یہ کام عام طور پر افسر لوگ ہی انجام دیتے تھے۔ کیونکہ سپاہی اپنی اپنی ڈیوٹیوں پر قلعے پر کھڑے تھے۔ یوں ما بلا روک ٹوک اُس کمرے میں داخل ہوگیا جہاں پوٹلمی اپنے جرنیلوں کے ساتھ اجلاس کر رہا تھا۔ وہ زمین پر میدان جنگ کا نقشہ بنائے اُس پر جھکا ہوا تھا۔ کتنے ہی جرنیل اُس کے اردگرد کھڑے تھے۔ اُن سب کی پیٹھ ناگ پھنی کی طرف تھی۔ کسی نے اُسے اندر داخل ہوتے بھی نہ دیکھا تھا۔ اُس کی وجہ یہ تھی کہ سب کو معلوم تھا کہ اندر سوائے اپنی فوج کے کسی وفادار افسر کے دوسرا کوئی بھی نہیں آسکتا۔ ناگ پھنی چپکے سے دیوار کے ساتھ سایے میں ہو کر کھڑا ہوگیا۔ اب یہ بڑا نازک وقت تھا۔ یہاں اُس نے اپنے آپ کو سانپ کے رُوپ میں دوبارا بدلنا تھا اور پوٹلمی کو جا کر ڈسنا تھا۔ اُس نے سائے میں کھڑے کھڑے پھنکار ہوی اور فوراً سانپ کی شکل میں زمین پر رینگتا ہوا دوسری طرف کو نکل گیا۔ سانپ کی پھنکار کی آواز کچھ افسروں نے سنی۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا۔ مگر انہیں وہاں کچھ بھی نظر نہ آیا۔ وہ پھر اپنے کام میں مصروف ہوگئے۔

سانپ رینگتا ہوا اُس مقام پر آگیا جہاں پوٹلمی آگے کی طرف جُھکا کھڑا تھا۔ سانپ آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔ یہ اُس کی خوش قسمتی تھی کہ کسی نے بھی اُس کی آہٹ تک محسوس نہ کی اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ سانپ عین پوٹلمی کے پیچھے آ کر رُک گیا۔ اُس نے وہیں بیٹھے بیٹھے گردن اٹھا کر پھن پھیلایا اور ایک لمحے کا انتظار کیے بغیر بڑی تیزی سے پوٹلمی کی پنڈلی پر ڈسا اور اسی تیزی کے ساتھ واپس دیوار کے اندھیرے میں جا کر باہر بھاگ گیا۔ باہر ایک ستون کے پاس جا کر اُس نے پھنکار ماری اور دوبارا یونانی افسر کے رُوپ میں آگیا اور تیز تیز قدموں سے شاہی محل کے بڑے دروازے کی طرف چل دیا۔

اُدھر پوٹلمی کی پنڈلی پر سانپ نے ڈسا تو اُسے معلوم ہوگیا۔ اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک سیاہ کالا ناگ بڑی تیزی کے ساتھ دیوار کے اندھیرے کی طرف بھاگ رہا تھا۔ اب جرنیلوں کو بھی معلوم ہوگیا کہ پوٹلمی کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ کچھ سانپ کی طرف بھاگے اور باقیوں نے پوٹلمی کو سنبھال لیا اور شاہی طبیب کو بُلانے کے لیے آدمی دوڑا دیے۔ ناگ پھنی نے جان بوجھ کر پوٹلمی کے جسم میں بہت زیادہ زہر داخل کر دیا تھا! چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے پوٹلمی کی حالت بگڑنے لگی۔ اُس کے ہاتھ پاؤں مُڑ گئے۔ آنکھیں چڑھ گئیں۔ ہونٹ، ناک، کان سے خُون نکلنے لگا۔ حلق بند ہو گیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ مگر آواز اُس کے گلے کے اندر بند ہو کر رہ گئی تھی۔

اِس سے پیشتر کہ شاہی حکیم وہاں آ کر پوٹلمی کا علاج کرتا وُہ مر چکا تھا۔ اُس کی مَوت نے چاروں طرف ایک قیامت بپا کر دی۔ کسی کو یقین نہیں آتا تھا کہ اتنی جلدی اور اُن کی آنکھوں کے سامنے پوٹلمی مر گیا ہو۔ سارے محل میں زہریلے ناگ کی تلاش شروع ہو گئی۔ مگر سانپ وہاں ہوتا تو کسی کو نظر بھی آتا۔ سانپ تو ایک خوبصورت یونانی افسر کی شکل میں اُس وقت قلعے کی فصیل کے اُوپر ٹہل رہا تھا اور موقع تلاش کر رہا تھا کہ وہاں سے سانپ بن کر نیچے میدان کی طرف رینگ کر بھاگ جائے۔ آخر اُسے یہ موقع مل ہی گیا۔ سپاہی تھوڑی دیر کے لیے پرے ہٹے تو وُہ ایک بُرج کی اوٹ میں آ گیا اور پھنکار مار کر پھر سے اُس نے سانپ کی شکل اختیار کر لی اور نیچے فصیل کی دیوار پر رینگنا شروع کر دیا۔

نیچے وہ بڑی خیریت کے ساتھ پہنچ گیا۔ جھاڑیوں میں سے گزر کر وہ کھائی کے پانی میں اُتر گیا اور تیرتا ہوا دُوسرے کنارے آ گیا یہاں سے وہ ٹیلے کے پیچھے پیچھے سے ہوتا، راستے میں ہر آفت کا مقابلہ کرتا کرتا پڑتا سکندر کے کیمپ میں پہنچ گیا۔ یہاں سکندر، ارسطو اور عنبر اُس کا انتظار کر رہے تھے۔ اُس نے دوبارہ انسانی شکل میں آ کر اُنہیں بتایا کہ وہ پوٹلمی کو ڈس آیا ہے اور اب تک وہ مر چکا ہو گا۔ کیوں کہ اُس نے اُس کے جسم میں دُگنا زہر داخل کیا ہے۔

بادشاہ دارا کی موت

•

مصر کے سپہ سالار پوٹمی کی موت چھپائی نہ جا سکتی تھی۔

تھیبس شہر میں ہر طرف یہ خبر مشہور ہوگئی کہ اُن کے ظالم بادشاہ کو سانپ نے ڈس لیا ہے اور وہ مر گیا ہے۔ لوگ پہلے ہی بادشاہ کے سخت خلاف تھے۔ اُنہوں نے دیوتاؤں کا شکر ادا کیا اور نعرے لگاتے گھروں سے باہر نکل آئے۔ سپاہیوں نے اُن پر تیر برسانے شروع کر دیے، دُوسرے جرنیلوں نے کمان فوراً اپنے ہاتھ میں لے لی۔ مگر جہاں عوام کا الاؤ اُبل رہا ہو، وہاں فوج بے بس ہو جاتی ہے! چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ رعایا بپھر کر مقابلے پر آ گئی۔ فوج کے لیے بڑی مشکل پیدا ہوگئی۔ وہ قلعے پر کھڑی ہو کر سکندر کی فوجوں کی دیکھ بھال کرے یا شہر کے اندر بپھرے ہُوئے عوام کا مقابلہ کرے۔ اس صورت حال کی خبر جاسوسوں نے سکندر کو بھی دے دی۔ وہ تو اسی موقع کے انتظار میں تھا۔ اُس نے فوراً قلعے پر حملے کا حکم دے دیا۔

یونانی فوج ایک سیلاب کی طرح قلعے کی طرف بڑھنے لگی۔ اندر سے عوام نے فوج پر حملہ کر دیا۔ فوج دونوں طرف سے دُشمنوں میں گھر گئی۔ سپاہی ایک تیر قلعے کے باہر سکندر کی فوج پر چلاتے اور دُوسرا

تیر اندر عوام کے بپھرے ہوئے سیلاب پر چلاتے تھے۔ اس افراتفری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سکندر اعظم کے جاسوسوں نے وہاں کے عوام کے ساتھ مل کر شہر کے دروازے کھول دیے۔ قلعے کے دروازوں کے کھلتے ہی یونانی فوج شہر کے اندر داخل ہو گئی اور اس نے چاروں طرف مصری سپاہیوں کا قتل عام کرنا شروع کر دیا۔ مصری سپاہی بد دل ہو چکے تھے وُہ تھوڑی دیر مقابلہ کرتے رہے اور پھر ہتھیار ڈال دیے۔ شام تک قلعے پر سکندر اعظم کا قبضہ ہو چکا تھا۔ شاہی محل پر فرعون کا جھنڈا اتار کر یونان کا جھنڈا لہرا دیا گیا۔ اب پورے مصر پر سکندر اعظم کا قبضہ تھا۔ اس نے فتح کی خوشی میں ایک خاص دربار منعقد کیا اور عنبر کو انعام و اکرام کے ساتھ خلعت پیش کی۔ سکندر اعظم نے بھرے دربار میں اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ اگر اُس کے خاص مشیر عنبر کا صلاح مشورہ شریکِ حال نہ ہوتا تو اُس کے لیے مصر ایسی طاقت ور سلطنت کو زیر کرنا بہت مشکل تھا۔

سکندر نے مصر پر قبضہ کرتے ہی سب سے پہلی توجہ وہاں کے عوام کی خوشحالی کی طرف دی۔ اُس نے کسانوں پر سے پہلے کے تمام ٹیکس معاف کر دیے۔ ان کی طرف حکومت کے جو ناجائز قرضے تھے وُہ بھی معاف کر دیے۔ سڑکیں اور پُل دوبارا تعمیر کروائے گئے۔ کھانے پینے کی چیزوں کو سستا کر دیا۔ لوگ سکندر سے محبت کرنے لگے اور اُسے دیوتا سمجھنے لگے۔ اس کا اثر سکندر پر بھی ہُوا اور وُہ بھی اپنے آپ کو

دیوتا سمجھنے لگا؛ حالاں کہ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر ناگ بھنی پوٹمی کو ہلاک نہ کرتا تو وہ شاید ہی تھیبس شہر کو فتح کر سکتا۔ لیکن خوش آمدی درباریوں اور سکندر کی اپنی خوش آمد پسند طبیعت نے اپنا کام دکھایا اور سکندر کو یقین سا ہونے لگا کہ وہ واقعی ایک دیوتا ہے۔

اب مصر کی فتح کے بعد سکندر کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اس نے مصر میں اپنا ایک گورنر مقرر کیا اور ایران کی طرف کوچ بول دیا۔ ایران پر شہنشاہ دارا کی حکومت تھی۔ یہ حکومت مصر سے بھی زیادہ طاقت ور حکومت تھی۔ تمام علاقے میں دارا کا دبدبہ تھا۔ رعایا بھی دارا سے بہت خوش تھی۔ سکندر کو بھی احساس تھا کہ دارا کے ملک ایران کو فتح کرنا ایک مشکل کام ہوگا۔ مگر وُہ بڑھتے بڑھتے ایران کی سرحد کے اندر داخل ہوگیا۔ اس لیے کہ اُس نے ایران کو فتح کرنے کا دل میں فیصلہ کر رکھا تھا۔ دارا کو بھی یونانی حکمران سکندر کی پیش قدمی کی ایک ایک پَل کی خبر مل رہی تھی۔ جب یونانی فوج ماژندران کے قریب پہنچی تو دارا ایک بے پناہ طاقت ور لشکر لے کر سکندر کے مقابلے کے لیے قلعے کے باہر نکل کر اُس کی طرف روانہ ہوگیا۔

ایک میدان میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ دونوں طرف فوجیں بے جگری سے لڑیں۔ سکندر کے ہاتھیوں نے دارا کی فوجوں کو بہت نقصان پہنچایا۔ شام کو لڑائی بند ہوگئی اور دونوں طرف کی فوجیں اپنے اپنے خیموں میں چلی گئیں۔ اِس پہلی جھڑپ سے ہی سکندر کو دارا کی بے پناہ

طاقت کا احساس ہو گیا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ اگر دو چار دن لڑائی اور جاری رہی تو وہ لڑائی ہار جائے گا۔ اِس صورت حال سے سکندر پریشان ہو گیا۔ اُس نے ارسطو اور عنبر سے مشورہ کیا۔ ارسطو نے کہا :

" دارا ایک انصاف پسند اور رحم دل بادشاہ ہے۔ رعایا اُس سے پیار کرتی ہے۔ ایران کا بچہ بچہ اُس کے ساتھ ہے۔ ایسے بادشاہ کو شکست دینا بہت مشکل ہے جس کے ساتھ عوام کی بے پناہ طاقت بھی ہو "

سکندر نے کہا :

" پھر کیا کیا جائے ؟ مَیں یونانی فوج کی شکست بھی نہیں دیکھ سکتا "

ارسطو نے کہا :

" بس ایک ہی صورت باقی ہے کہ اِس دفعہ بھی ناگ پھنی یوحا کی امداد حاصل کی جائے "

سکندر نے عنبر سے مشورہ لیا تو اُس نے صاف صاف کہہ دیا :

" سکندر اعظم، مَیں نے اور یوحا نے آپ کے سامنے شرط رکھی تھی کہ وُہ کسی ایسے شخص کو ہلاک نہیں کرے گا جو بال بچوں والا ہو اور نیک دل ہو۔ دارا بال بچوں والا ہے اور بے حد نیکدل حکمران ہے۔ اِس لیے اُسے ہلاک کر کے مَیں اور یوحا گناہ گار نہیں بننا چاہتے۔ بہتر یہی ہے کہ اس دفعہ ہمیں معاف کیا جائے اور یونانی سپاہیوں کی مدد سے ہی ایران کو فتح کرنے کی کوشش کی جائے "

اِس صاف انکار نے سکندر اعظم کو بھڑکا دیا۔ اُس نے غصّے سے

عنبر کی طرف دیکھ کر کہا :

"عنبر، کیا تم بھول گئے ہو کہ کس کے سامنے کھڑے ہو؟ اور کس کو اپنی مدد دینے سے انکار کر رہے ہو؟"

عنبر نے بڑی دلیری اور سکون کے ساتھ کہا :

"اے بادشاہ، مَیں اچھی طرح سوچ سمجھ کر آپ سے بات کر رہا ہُوں۔ مَیں جانتا ہُوں کہ مَیں اِس وقت یونان کے بادشاہ سکندرِ اعظم کے سامنے کھڑا ہُوں۔ لیکن میں اپنے ضمیر کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔ اُس کی طاقت دنیا کی سب طاقتوں سے زیادہ ہے۔ میں اپنے ضمیر کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اُٹھا سکتا۔"

سکندر زندگی میں پہلی بار کسی سے انکار سُن رہا تھا۔ اُس نے طیش میں آ کر کہا :

"اگر تم نے میرا حکم ماننے سے انکار کر دیا تو تمہیں اور تمہارے سانپ دونوں کو بھڑکتی ہُوئی آگ میں زندہ جلا دوں گا۔"

ارسطو کانپ گیا۔ مگر عنبر اُسی طرح سکون کے ساتھ کھڑا رہا۔ کیوں کہ اُسے معلوم تھا۔ سکندر اُسے ہلاک نہیں کر سکتا۔ اُس نے کہا :

"اے بادشاہ، چاہے آپ مجھے زندہ آگ میں پھینک دیں۔ مگر میں ایک ایسے انسان کو مار کر گناہ مُول نہیں لے سکتا جو نیک دل اور بے گناہ ہے۔"

ارسطو نے عنبر کو سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر عنبر اپنے فیصلے پر ڈٹا رہا،

بلکہ اُلٹا اُس نے ارسطو سے کہا کہ وُہ ایک انصاف پسند عالم ہو کر بُرائی کی طرفداری کیوں کر رہا ہے؟ بُرائی کے خلاف اُس کے ساتھ مِل کر آواز کیوں نہیں اٹھاتا۔ لیکن وُہ خاموش رہا اور سکندر نے اُسی وقت عنبر کی گرفتاری کا حکم دیا۔ سپاہی اُسے زنجیریں ڈال کر خیمے میں لے گئے اور وہاں جا کر اُسے بند کر دیا۔ عنبر نے وہاں جاتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ سانپ کو اپنی جیب میں سے نکال کر کہا کہ اُس کی جان خطرے میں ہے۔ اس لیے جہاں جان بچا کر بھاگ سکتا ہے بھاگ جائے۔ سانپ نے کہا،

"مگر میرے آقا آپ کا کیا بنے گا؟ آپ کی جان بھی تو سخت خطرے میں ہے۔ مَیں آپ کو اکیلا کیسے چھوڑ دُوں؟"

عنبر کہنے لگا؛

"ناگ بھئی، تم میری فکر نہ کرو۔ اس لیے کہ مَیں نہیں مَر سکتا۔ سکندر کی ساری فوج بھی اگر مِل کر چاہے تو مجھے ہلاک نہیں کر سکتی۔"

"وُہ کیسے جناب؟"

"تم اِس بات کو چھوڑو، تمہیں کہہ جو دیا کہ سکندر میرا بال تک بیکا نہیں کر سکتا۔ تم اپنی جان بچاؤ۔ وہ میرے ساتھ تمہارا بھی دُشمن ہو گیا ہے۔ وہ تم سے دارا کو قتل کروانا چاہتا ہے۔ جسے ہم کبھی گوارا نہیں کر سکتے۔"

"مَیں نے آپ کی اور سکندر کی ساری باتیں سُن لی ہیں جناب۔"

"یہ تو تمہاری خوش قسمتی ہے کہ سکندر کو تمہارا خیال نہیں آیا؛ وگرنہ

وُہ اُسی وقت مجھ سے تمہیں چھین کر تمہارے دو ٹکڑے کر دیتا۔ شاید اُسے ابھی تک توقع ہے کہ مَیں مان جاؤں "

"نہیں جناب، ہم ایک بے گُناہ انسان کو ہلاک نہیں کر سکتے "

"اِسی لیے تو مَیں کہتا ہُوں کہ اپنی جان بچا کر یہاں سے بھاگ جاؤ!"

سانپ نے کہا :

" اگر مَیں یہاں سے چلا بھی جاؤں تو پھر آپ سے دوبارا ملاقات کیسے ہوگی ؟ "

" ہم کسی نہ کسی طرح مل لیں گے۔ تم ایران کی بجائے روم کی طرف نکل جاؤ۔ مَیں یہاں سے فرار ہو کر تمہیں روم کے شہر میں کسی نہ کسی سرائے میں تلاش کر لوں گا۔ روم پہنچ کر تم دوسرے تیسرے وہاں کی تمام سراؤں میں چکّر لگایا کرنا۔ میں تمہیں وہیں ملوں گا "

سانپ نے کہا :

" مگر میرے محسن، مَیں آپ کی طرف سے وہاں بھی پریشان رہوں گا۔ مجھے آپ حُکم کریں کہ مَیں سکندر کو ڈس کر ہلاک کر دیتا ہُوں تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے گی بانسری "

عنبر نے کہا :

" نہیں، ہمیں محض اپنی جان بچانے کے لیے ایک ایسے بادشاہ کو بھی ہلاک نہیں کرنا چاہیے جس سے اُس کی رعایا بے حد پیار کرتی ہے۔ جب ہم آسانی سے اپنی جان بچا سکتے ہیں تو پھر ہمیں اتنا بڑا قدم اُٹھانے

کی کیا ضرورت ہے۔ تم میرا کہا مانو اور یہاں سے کسی بھی رُوپ میں روم کی طرف چلے جاؤ۔"

"جو حکم میرے آقا!"

یہ کہہ کر ناگ پھنی خیمے سے باہر نکل کر ایک درخت کی طرف بڑھا۔ اتفاق سے سپاہیوں نے اُسے دیکھ لیا اور سانپ سانپ کا شور مچاتے تلواریں لے کر اُس کی طرف دوڑے۔ مگر سانپ اُن سے زیادہ ہوشیار اور تیز رفتار تھا۔ وُہ اُن کے دیکھتے دیکھتے ایک کھجُور کے درخت کے اُوپر چڑھ گیا۔ سپاہی اس پر تیر برسانے لگے۔ یہ مرحلہ البتہ نازک تھا۔ اگر اُسے تیر لگ جائے تو وُہ اُسی وقت مر سکتا تھا۔ ناگ پھنی درخت کے اُوپر پہنچ گیا۔ اُوپر پہنچ کر اُس نے سپاہیوں سے مذاق کرنے کے لیے اور اُنہیں خوفزدہ کرنے کے لیے پھنکار ماری اور ایک کُھلے بالوں والی چڑیل کی شکل اختیار کرکے ڈراؤنا قہقہہ لگایا۔ سپاہی خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹے۔ اب سانپ نے ایک بار پھر پھنکار ماری اور ایک جنگلی عقاب کی شکل میں ظاہر ہو کر آسمان کی طرف اُڑ گیا۔ سپاہی دم بخود ہو کر اُسے دیکھتے ہی رہ گئے۔ کسی کو بھی اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ ہر سپاہی آنکھیں مَلتے ہُوئے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ وُہ سانپ نہیں تھا بلکہ اُن کا وہم تھا۔

عقاب آسمان کی بلندیوں میں پہنچ کر مُلک روم کی طرف اُڑنے لگا۔ اُس نے بلندیوں سے ماژندران قلعے کے اندر ایرانی لشکر کو لڑائی کے لیے

تیار ہوتے دیکھا اور دل ہی دل میں دارا کی فتح کی دعا مانگی۔ مگر تقدیر دارا کے خلاف تھی۔ قدرت نے تاریخ میں دارا کی شکست لکھ دی تھی؛ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

سکندر نے اُسی روز قلعے پر پوری طاقت کے ساتھ حملہ کر دیا اور خون ریز جنگ کے بعد یونانی فوجیں قلعے کا دروازہ توڑ کر شہر کے اندر داخل ہو گئیں۔ دارا کے شاہی محل پر سکندر نے قبضہ کر لیا۔ دارا کی والدہ اور بیویوں کے ساتھ البتہ اُس نے فراخ دلی کا سلوک کیا اور اُنہیں شاہی محل میں عزت کے ساتھ رہنے دیا۔ لیکن دارا کے جرنیلوں کو چُن چُن کر قتل کروا دیا۔ ایران کے تخت پر وہ بادشاہ بن کر بیٹھ گیا۔ یہاں آکر اُس نے پہلی بار مشرق کی شان و شوکت دیکھی۔ اُس نے دیکھا کہ ایران میں لوگ بادشاہ کے آگے سجدہ کرتے ہیں اور اُسے اپنا دیوتا سمجھتے ہیں۔

چنانچہ سکندر نے بھی اعلان کر دیا کہ وہ آسمانی دیوتا اپالو کا بیٹا ہے اور اپالو اُس کا آسمانی باپ ہے۔ وہ بادشاہ تھا، بھلا اُس کا حکم کون ٹال سکتا تھا۔ درباریوں نے اُسے دیوتا تسلیم کر لیا۔ لوگوں نے اُس کے آگے سجدہ کرنا شروع کر دیا۔ اُس نے اپنی فوج کا ایک خاص دستہ دارا کی تلاش میں روانہ کر دیا۔ دارا محل چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ یہ کام اُس نے بادشاہوں ایسا نہیں کیا تھا۔ اُسے بادشاہوں کی طرح سکندر کے سامنے آنا چاہیے تھا۔ جس طرح کہ بعد میں پنجاب کا بہادر راجہ پورس

ایک بادشاہ بن کر سکندر کے سامنے آگیا تھا اور جب سکندر نے اُس سے پُوچھا تھا کہ اب جب کہ اُسے شکست ہو چکی ہے تو اُس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ تو پنجابی راجہ نے کہا تھا :

" وُہی جو ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کے ساتھ کرتا ہے "

مگر دارا نے بُزدلی کا ثبوت دیا تھا۔ وُہ شاہی محل میں اپنی ماں، بیوی اور بیٹی کو دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ کر خود اپنے غلاموں کے ساتھ رتھ میں بیٹھ کر فرار ہو گیا تھا۔ سکندر کے سپاہی بھی اُس کے تعاقب میں تھے۔ مگر دارا بہت دُور نکل چُکا تھا۔

لیکن دارا کا وُہی حشر ہُوا جو ایک بھاگے ہُوئے بُزدل بادشاہ کا ہُوا کرتا ہے۔ دارا نے اپنے ساتھ بے حد قیمتی ہیروں جواہرات کا صندوق بھی رکھ لیا تھا جو غلام اُس کی حفاظت کر رہے تھے۔ اُن کی نیّت خراب ہو گئی۔ اُنھوں نے آپس میں فیصلہ کیا کہ دارا کو ہلاک کر کے دولت آپس میں بانٹ لی جائے؛ چنانچہ ایک مقام پر جہاں دارا کچھ دیر آرام کرنے کے لیے رُکا تھا، غلاموں نے خنجروں اور تلواروں سے اُس پر حملہ کر دیا۔ دارا اکیلا دشمنوں میں گھر چکا تھا۔ اُس نے بڑی دلیری سے مقابلہ کیا۔ مگر ایک تنہا آدمی دس بارہ غلاموں کا مقابلہ کیسے کر سکتا تھا۔

دارا شدید زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا۔ غلام خنجروں سمیت اُس پر ٹوٹ پڑے اور اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ ایران کا عظیم الشان بادشاہ دُوسرے مُلک کی زمین پر خاک و خُون میں لتھڑا ہُوا پڑا تھا اور اُس کے

غلام ، اُس کے دشمن اُس کی لاش کے پاس آپس میں ہیرے جواہرات تقسیم کر رہے تھے ۔ مگر وہ مر چکا تھا۔ وہ اُن کے ہاتھ نہیں روک سکتا تھا۔ غلاموں نے سارے ہیرے جواہرات آپس میں تقسیم کر لیے اور رتھوں پر سوار ہو کر وہاں سے بھاگ گئے ۔

سکندر اعظم کو دارا کی عبرت انگیز موت کی خبر ملی تو اُسے بڑا صدمہ ہوا اُس نے حکم دیا کہ دارا کے قاتلوں کو وہ جہاں کہیں بھی ہوں گرفتار کر کے اُس کے سامنے پیش کیا جائے ۔ یونانی سپاہی قاتل غلاموں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے ۔ آخر انہیں مصر کی سرحد پر گرفتار کر لیا گیا جب سکندر کو خبر ملی کہ دارا کے قاتل گرفتار ہو کر آ گئے ہیں تو وہ خود ان کے پاس آیا اور ایک ایک سے پوچھنے لگا کہ انہوں نے ایک عظیم الشان بادشاہ کو قتل کیوں کیا ؟ اگر انہیں ہیرے جواہرات ہی لوٹنے تھے تو وہ اُسے کسی درخت کے ساتھ باندھ کر بھی لوٹ سکتے تھے ۔ قاتلوں نے زمین پر سجدہ کر کے معافی کی درخواست کی ۔

" اے عظیم بادشاہ ، ہم سے غلطی ہو گئی ۔ ہم پر رحم کرو "

" تم نے ایک ایسے بادشاہ کو قتل کیا ہے جس کی ہم عزت کرتے تھے ۔ ہم اُس کا ملک ضرور فتح کرنا چاہتے تھے ۔ لیکن ہمیں دارا سے بڑی عقیدت تھی ۔ وہ ایک انصاف پسند بادشاہ تھا ۔ اُس کو قتل کر کے تم نے سکندر اعظم کے ایک دوست کو قتل کیا ہے ۔ تم لوگوں نے ایک ایسا گھناؤنا جرم کیا ہے جس کی سزا میں تمہیں خود اپنے ہاتھوں سے دوں گا ۔ میری شاہی

تلوار دی جائے "

فوراً سکندر کو اُس کی شاہی اور بے حد تیز تلوار پیش کر دی گئی۔ سکندر نے تلوار لہرائی اور ایک ایک کرکے اپنے ہاتھوں سارے قاتلوں کی گردنیں کاٹ کر رکھ دیں۔ بعد میں تاریخ نے بھی اس واقعے کو لکھ دیا کہ سکندر نے دارا کے قاتلوں کو ڈھونڈ کر انہیں اپنے ہاتھوں ہلاک کر دیا تھا۔

ایران کی فتح سے فارغ ہو کر سکندر نے ہندوستان کی طرف چڑھائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اب اُسے خیال آیا کہ اس نے عنبر کو قید خانے میں ڈال رکھا ہے۔ اُس نے اُسے بلا کر کہا کہ وُہ اپنے سانپ کو پیش کرے۔ عنبر نے کہا کہ سانپ اُسے چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ سکندر کو بے حد غصّہ آیا کہ اُس نے اُس کے دُشمن کو بھگا دیا۔

" تم نے ایسا کیوں کیا ؟"

" اِس لیے کہ مجھے اُس کی جان عزیز تھی۔ مَیں اُسے آپ کے ہاتھوں مروانا نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ آپ یقیناً اُسے قتل کروا دیتے "

سکندر نے ہاتھ اٹھا کر چیخ کر کہا۔

" اس شخص کو میری آنکھوں کے سامنے دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائے "

اُسی وقت مَیدان میں گڑھا کھود کر اُس میں لکڑیوں کے ڈھیر پھینکنا شروع کر دیے گئے۔ جب گڑھا منہ در منہ بھر گیا تو لکڑیوں میں آگ لگا دی گئی۔ سارا دن اور ساری رات آگ بھڑکتی رہی۔ دُوسرے روز گڑھے

کے اندر انگارے سُرخ ہو کر دہک رہے تھے۔ وہاں تپش اس قدر تھی کہ کوئی شخص گڑھے کے قریب بھی نہیں کھڑا ہو سکتا تھا۔ سکندر اور ارسطو وہاں آ گئے۔ سکندر نے حکم دیا کہ عنبر کو اٹھا کر آگ میں ڈال دیا جائے۔ سپاہیوں نے آگے بڑھ کر عنبر کو ہاتھوں پر اٹھایا اور دو تین بار جھولا سا جھلا کر آگ میں پھینک دیا۔

عورت کی پہلی چیخ

موت عنبر کو ہمیشہ کے لیے فراموش کر چکی تھی ۔

چنانچہ آگ نے اس پر کوئی اثر نہ کیا ۔ سکندرِ اعظم کے سپاہیوں نے اُسے آگ کے جلتے ہُوئے جہنّم میں پھینکا تو وُہ انگاروں کے اُوپر یوں جا کر بیٹھ گیا جیسے کوئی ٹھنڈے ٹھنڈے سُرخ پھُولوں پر جا کر بیٹھ جائے ــــ سکندر اور ارسطو کا خیال تھا کہ وُہ آگ کے گڑھے میں گرتے ہی جل بھُن کر بھسم ہو گیا ہوگا ۔ اس لیے وہ وہاں سے اُٹھ کر واپس محل میں چلے گئے ۔ سپاہی بھی وہاں سے رُخصت ہو گئے ۔ صرف ایک پہریدار وہاں پر موجود پہرہ دیتا رہا ۔ ساری رات گڑھے میں آگ دہکتی رہی اور عنبر اُس کے اندر دہکتے انگاروں پر بڑے سکون سے لیٹا رہا ۔ اُس کو ذرا سی دیر کے لیے نیند بھی آ گئی ۔ وُہ انتظار کر رہا تھا کہ جلتی ہُوئی لکڑیاں ذرا نیچے ہوں تو وُہ اُن پر پاؤں رکھ کر باہر نکلے ۔ صبح کے وقت آگ ذرا ہلکی ہُوئی ۔ گڑھا ابھی تک تنور کی طرح دہکتے انگاروں سے سُرخ ہو رہا تھا مگر شعلے ختم ہو گئے تھے اور لکڑیاں جل جل کر کوئلہ بن چکی تھیں ۔ عنبر اُٹھا اور بڑے بڑے دہکتے کوئلوں پر پاؤں رکھتا ہُوا گڑھے کے اُوپر کی طرف چڑھنے لگا ۔

باہر پہریدار سپاہی اِدھر اُدھر ٹہل کر دہکتے گڑھے کے باہر پہرہ دے رہا تھا۔ اتنے میں عنبر نے گڑھے میں سے سر باہر نکالا۔ پہریدار سپاہی نے ایک انسان کو زندہ حالت میں دہکتی آگ میں سے باہر سر نکالتے دیکھا تو وُہ حیرانی سے پتھر بن کر رہ گیا۔ اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اُس نے ذرا آگے جا کر پُوچھا :

" تم کون ہو ؟" آگ کا سینک اور تپش بے پناہ تھی۔ سپاہی پیچھے ہٹ گیا۔ عنبر آدھا گڑھے کے اندر اور آدھا باہر تھا۔ اُس نے کہا :

" مَیں وُہی ہُوں جسے کل آگ میں ڈالا گیا تھا ؟"

سپاہی نے بھی اُسے پہچان لیا۔ وہ وہی عنبر تھا جسے ایک رات پہلے خوف ناک بھڑکتی ہُوئی آگ میں سکندر اعظم کے حکم سے اُس کی آنکھوں کے سامنے ڈالا گیا تھا۔ مگر وُہ رات بھر آگ میں رہنے کے باوجود زندہ کیسے رہا ؟ عنبر گڑھے میں سے باہر نکل کر سُرخ لوہے کی طرح تپتی ہُوئی گڑھے کی منڈیر پر بیٹھ گیا۔ سپاہی نے پُوچھا :

" مگر ___ مگر تم زندہ کیسے رہے ؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا :

" میں دو ہزار برس سے زندہ ہُوں اور ہزاروں برس تک زندہ رہُوں گا "

سپاہی نے اِتنا سُنا۔ اُس کا سر چکرایا اور وہ دھڑام سے بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔

وہ تو اس کی خوش قسمتی تھی کہ گڑھے کے اندر نہیں گرا؛ وگرنہ اس قدر آگ میں اس کی ہڈی پسلی بھاپ بن کر اُڑ جاتی۔ عنبر گڑھے میں سے نکل کر ابھی تھوڑی دُور ہی گیا تھا کہ اُسے سپاہیوں نے پکڑ لیا اور پوچھا:

"تمہیں تو ہم نے آگ میں پھینکا تھا، تم زندہ کیسے رہے؟"

"مَیں اُس آدمی کا بھوت ہُوں۔"

سپاہی ڈر کر پیچھے ہٹ گئے۔ سارے شہر میں شور مچ گیا کہ جس ملزم کو رات آگ میں ڈالا گیا تھا وہ زندہ ہو گیا ہے، وہ جلا نہیں۔ آگ نے اُس کا ایک بال تک نہیں جلایا۔ یہ خبر سکندر اور ارسطو تک پہنچی۔ تو وہ دم بخود ہو کر رہ گئے۔ سکندر نے ارسطو کی طرف دیکھا۔ دونوں اُٹھ کر شاہی محل سے نکل کر باہر باغ میں آ گئے۔ سپاہی عنبر کو لیے چلے آ رہے تھے۔ سکندر اور ارسطو نے اُسے فوراً پہچان لیا۔ انہوں نے سپاہیوں کو وہاں سے چلے جانے کو کہا اور عنبر کو ساتھ لے کر محل میں آ گئے۔

سکندر بے حد حیران تھا کہ یہ شخص اتنی بھیانک آگ سے بچ کیسے گیا؟ کیا یہ کوئی دیوتا ہے؟ ارسطو خود بہت تعجب میں تھا۔ اُس کی ساری عقل اور حساب کتاب یہاں آ کر فیل ہو گیا تھا۔ دُنیا کا کوئی بھی اصُول یہ بات ثابت نہیں کرتا تھا کہ ایک آدمی آگ میں گر کر بھی زندہ رہ سکتا ہے۔

سکندر نے عنبر سے پُوچھا:

"سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔ تم آگ میں رات بھر رہ کر زندہ کیسے رہ گئے ؟"

ارسطو نے پوچھا :

"پہلے یہ بتاؤ کہ کیا تم آگ میں گرے تھے یا نہیں ؟"

عنبر نے کہا :

"میں آگ میں گرا تھا۔ اس کے گواہ آپ کے سپاہی ہیں جنہوں نے مجھے آگ میں اپنے ہاتھوں دھکا دیا تھا"

"پھر آگ نے تم کو زندہ کیوں نہیں جلا دیا؟" ارسطو نے پوچھا۔

عنبر نے کہا :

"اس لیے کہ آگ مجھ پر کوئی اثر نہیں کر سکتی"

سکندر نے کہا :

"وہ کیوں ؟"

عنبر بولا :

"اس لیے کہ آگ مجھ پر حرام ہے"

"وہ کس طرح ؟" سکندر بولا۔

عنبر نے کہا :

"وہ اس لیے کہ میں مر نہیں سکتا۔ مجھے آج سے دو ہزار برس پہلے ایک بزرگ نے دعا یا بدعا دی تھی کہ میں ہمیشہ زندہ رہوں گا۔ بادشاہ آئیں گے اور مر جائیں گے۔ تہذیبیں آئیں گی اور مٹ جائیں گی۔ مگر میں

زندہ رہوں گا۔موت مجھے فنا نہیں کر سکے گی "
یہ سُن کر ارسطو اور سکندر اور زیادہ پریشان ہو گئے۔ ارسطو نے
پوچھا :
"تو کیا تم ہزاروں برس سے زندہ ہو ؟"
عنبر نے کہا :
"ہاں، میں دو ہزار برس سے زندہ ہوں۔ میں فرعون مصر کا بیٹا
ہوں۔ میں آج سے دو ہزار برس پہلے مصر کے شاہی محل میں پیدا ہوا
اور شاہی محل میں ہی شہزادوں کی طرح میری پرورش ہوئی "
سکندر اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔
"کیا — کیا تم سچ کہہ رہے ہو ؟"
عنبر نے کہا :
" مجھے آپ کو یقین دلانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اتفاق سے
آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ مَوت مجھ پر حرام کر دی گئی
ہے۔ آپ نے مجھے دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا جہاں میں رات بھر آرام
سے سویا رہا اور صبح آگ کے جہنم سے باہر نکل آیا، مگر آپ کو اب
بھی میری بات کا اعتبار نہیں تو مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ آپ کو
یقین دلاتا پھروں۔ میں جا رہا ہوں "
سکندر اعظم نے آگے بڑھ کر عنبر کے کندھے پر محبت سے ہاتھ رکھ
دیا اور کہا :

"آج سے مَیں تمہیں اپنا بھائی کہوں گا۔ میرے بھائی، مَیں اپنے آپ کو دُنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھوں گا، اگر تم میرے پاس رہ جاؤ۔"

عنبر نے مُسکرا کر کہا:

"سکندرِ اعظم، تم نے اپنے حکم سے مجھے آگ میں پھنکوا دیا۔ مَیں نے تمہیں ایک خطرناک بیماری سے نجات دلائی۔ تم نے احسان فراموشی کا ثبوت دے کر مجھے ہمیشہ کے لیے اپنے سے دُور کر لیا ہے۔ مَیں ایک غریب فقیر کے جھونپڑے میں رہ سکتا ہُوں۔ مگر تم ایسے احسان فراموش بادشاہ کے محل میں نہیں رہ سکتا۔ تم نے مجھے آگ میں ڈالا اور مَیں زندہ رہا۔ تم اگر مجھے قلعے کی آخری منزل سے بھی گرا دیتے تو میں پھر بھی زندہ رہتا۔"

سکندر شرمسار ہو گیا۔ ارسطو نے بھی عنبر کی منت سماجت کی مگر اُس نے کسی کی نہ مانی اور چپکے سے محل سے نکل آیا۔ ایران کی تباہی کا اُسے بے حد دُکھ تھا۔ اُسے بہت افسوس تھا کہ وُہ سکندر کے خلاف دارا شہنشاہ کی وقت پر مدد نہ کر سکا۔ اب پانی سر سے گزر چکا تھا۔ شہنشاہ دارا کو اُس کے اپنے ہی غلاموں نے ہلاک کر دیا تھا۔ یہ شروع سے ہی عنبر دیکھتا آیا تھا کہ ہمیشہ اپنوں نے ہی دغا دیا تھا۔ بڑے بڑے بادشاہ ہمیشہ اپنے عزیزوں اور جرنیلوں کے ہاتھوں ہی قتل ہُوئے تھے۔ اُس وقت اگر دارا زندہ ہوتا اور کہیں فرار ہو چکا ہوتا تو عنبر ضرور اُس کی

مدد کرتا اور سکندر کو شکست دے کر ایران کا تخت دوبارا دارا کے حوالے کر دیتا۔

انہی خیالات میں گم وُہ شاہی محل سے باہر ایک باغ میں آ گیا۔ وہاں ایک پتھر کا تختہ سا بچھا تھا۔ وُہ اُس پر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ وہاں سے ملک روم کی طرف کس طرح جائے۔ تبت کے راجہ کا ہیرا اُس کے پاس موجود تھا مگر وُہ اُسے فروخت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ ہیرا نیک دل راجہ کی نشانی تھی جسے وہ اپنے پاس ہی رکھنا چاہتا تھا۔ اُسے مرجانہ کے باپ یوریڈیس کا خیال آیا کہ وُہ کریٹ کے صوبے میں جا کر مرجانہ کے باپ سے سونے کے کچھ سکے حاصل کرے تاکہ بحری جہاز میں سوار ہو کر روم تک کا سفر کر سکے۔ مگر پھر اُس کی طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ مرجانہ کے باپ کے سامنے جا کر ہاتھ پھیلائے۔ اچانک کسی نے پیچھے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ عنبر نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک گھنے بالوں اور گھنی ڈاڑھی والا درویش قسم کا آدمی پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس اُس کے پیچھے کھڑا تھا۔ عنبر نے کہا:

"تم ——— تم کون ہو بابا؟"

درویش نے مسکرا کر کہا:

"تم مجھے نہیں پہچان سکو گے۔ بہرحال میں تمہارا ہمدرد ہوں۔"

عنبر نے کہا:

"اگر تم میرے ہمدرد ہو تو اِس وقت میری مدد کرو۔"

درویش نے پوچھا :

" تمہیں کس قسم کی مدد کی ضرورت ہے ؟ "

" مجھے ایک تیز رفتار گھوڑا چاہیے جو مجھے بحیرۂ روم کی بندرگاہ تک پہنچا سکے اور پھر کچھ کرایہ چاہیے جس کی مدد سے میں بادبانی جہاز میں سوار ہو کر روم پہنچ سکوں "

درویش نے کہا :

" یہ کوئی مشکل بات نہیں ۔ اگر میں تمہیں گھوڑے اور جہاز کے بغیر ہی ملک روم پہنچا دوں تو کیا خیال ہے ؟ "

عنبر نے حیرانی سے کہا :

" یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ "

درویش نے کہا :

" اگر تم دو ہزار برس تک زندہ رہ سکتے ہو تو پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہیں یہاں سے اُڑا کر روم پہنچا دیا جائے ۔ بولو، کیا تم تیار ہو ؟ "

" کیوں نہیں ، میں سر سے لے کر پاؤں تک تیار ہوں "

درویش بولا :

" تو پھر آنکھیں بند کرو ! "

عنبر نے آنکھیں بند کر لیں ۔ ایک بجلی سی اُس کی آنکھوں کے سامنے چمکی ۔ جب اُس نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں تو وہ ایران میں نہیں تھا ۔

وہ ایک ایسے گاؤں کے باہر کھڑا تھا جو ہری بھری سرسبز پہاڑیوں میں گھرا ہوا تھا۔ اونچے اونچے درخت ٹھنڈی ہوا میں جھوم رہے تھے۔ عنبر سمجھ گیا کہ وہ روم پہنچ چکا ہے۔ اب اُسے اس کی تصدیق کرنا تھی۔ یعنی وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا وہ واقعی روم میں ہے؟ اس خیال کے ساتھ ہی وہ گاؤں کی طرف بڑھا۔ سامنے ایک چشمہ تھا جہاں دو عورتیں صراحیوں میں پانی بھر رہی تھیں۔ عنبر نے اُن کے پاس جاکر پانی مانگا۔ عورتوں نے اُسے پانی پلایا۔ عنبر نے پوچھا:

"یہ کون سے ملک کا گاؤں ہے؟"

پہلے تو عورتوں نے بڑے تعجب سے عنبر کو دیکھا کہ یہ کیسا مسافر ہے جسے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کس ملک میں سفر کر رہا ہے۔ پھر اُن میں سے ایک بولی:

"تم ملک روم کے ایک گاؤں کے باہر کھڑے ہو"

دوسری عورت نے پوچھا:

"بھائی تم کہاں سے آئے ہو اور تمہیں کہاں جانا ہے؟"

عنبر نے انہیں بتایا کہ وہ مصر سے آ رہا ہے اور روم شہر جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ عورتوں نے کہا کہ روم شہر وہاں سے چھ روز کے سفر پر ہے۔ وہ اکیلا بغیر گھوڑے یا خچر کے وہاں نہیں پہنچ سکتا۔

عنبر نے کہا:

"کیا اس گاؤں میں رات بسر کرنے کو کوئی جگہ مل جائے گی؟"

ایک عورت بولی :

"گاؤں میں ایک معمولی سی سرائے ہے۔ تم وہاں ٹھہر سکتے ہو۔"

عورتیں عنبر کو ساتھ لے کر گاؤں کی سرائے میں چھوڑ گئیں۔ اِس سرائے میں سرائے کے موٹے، گنجے، ٹھگنے قد کے مالک اور عنبر کے سوا اور کوئی بھی نہیں تھا۔ گنجے مالک نے اُسے جس کوٹھڑی میں جگہ دی اُس کی دیواروں کی اینٹیں اُکھڑ چکی تھیں اور آدھی چھت بیٹھی ہوئی تھی۔ گنجے مالک نے اُس سے پُوچھ لیا تھا کہ اُس کے پاس سونے کے سِکّے ہیں؟ عنبر نے یُوں ہی کہہ دیا تھا کہ ہاں بہت سِکّے ہیں ——

رات اُس نے سرائے میں کسی نہ کسی طرح بسر کر دی۔ دن چڑھا تو عنبر کو فکر ہُوئی کہ کچھ پیسے اور خچر یا گھوڑا کہاں سے حاصل کیا جائے۔ اُدھر سرائے کے مالک نے تقاضا شروع کر دیا کہ کرایا روز کے روز ادا کرنا ہوگا۔ وہ رات بھر کا کرایہ مانگنے لگا۔ عنبر نے کہا :

"مَیں ابھی آ کر تمہیں پیسے دیتا ہُوں۔ میری چادر تم اپنے پاس رکھو۔"

عنبر نے اپنی ریشمی چادر سرائے کے مالک کے پاس ہی چھوڑی اور خود گاؤں کی گلیوں سے ہوتا ہُوا باہر چشمے کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اُس نے چشمے کے ٹھنڈے پانی سے منہ ہاتھ دھویا اور تازہ دم ہو کر سوچنے لگا کہ پیسے کہاں سے حاصل کیے جائیں۔ وُہ اگر چاہتا تو اپنی کرامت کے زور سے وہاں دولت پیدا کر سکتا تھا۔ مگر اُسے یہ گوارا نہیں تھا کہ اتنی چھوٹی سی بات کے لیے بڑی طاقت کو استعمال کرے۔

واپس اپنی سرائے میں آ گیا۔ اس نے سوچا کہ وُہ سرائے کے مالک سے
کا کہ اُس سے اپنے برتن صاف کروا کر سرائے میں رات بسر
نے کا کرایہ وصول کرے اور آگے وُہ خود پیدل ہی سفر کرے گا۔
سرائے میں آ کر جب اُس نے گنجے مالک سے برتن مانجھنے کے
کہا تو وہ آگ بگولا ہو گیا اور عنبر پر برس پڑا۔
"میں تو تمہیں یہاں قید کر کے رکھوں گا۔ تم نے اگر میرا کرایہ نہ دیا
ں تمہارے سارے کپڑے اُتروا کر تمہیں ننگا کر کے، ذلیل کر کے
ں سے بھیجوں گا۔ تم تو مجھے کوئی چور معلوم ہوتے ہو۔ میں تم لوگوں
پیٹنا خوب جانتا ہوں۔ ابھی تمہاری خبر لیتا ہوں۔ ابھی میں پولیس
طلاع کرتا ہوں"
عنبر کو بڑا غصّہ آیا کہ یہ کس قسم کا احمق آدمی ہے۔ اُس نے گنجے
کو سبق سکھانے کا فیصلہ کر لیا۔ سرائے کا مالک غصّے میں اِدھر
سے ٹہل رہا تھا اور عنبر کو گالیاں دے رہا تھا۔ عنبر نے زمین پر سے
اُٹھا کر مٹھی میں بند کی اور کہا:
"دیکھو یہ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟"
سرائے کے مالک نے کہا:
"یہ چالاکی مجھے نہ دکھاؤ۔ میں نے تم ایسے جھوٹے مداری بہت دیکھے
ہیں بیٹا، اب تو تمہیں میرے چنگل سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ تمہیں تو ساری
زندگی میرا غلام بن کر رہنا ہوگا — ہاں، غلام بن کر رہنا ہوگا"

عنبر نے مٹھی میں پکڑی ہوئی مٹی گنجے مالک کے پاؤں میں پھینک دی۔ مٹی کا زمین پر گرنا تھا کہ وہاں چھوٹے چھوٹے بے شمار سانپ پھنکارتے اور رینگنے لگے۔ سرائے کے مالک کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

"دیوتاؤں کے لیے یہ کیا کر رہے ہو۔ انہیں یہاں سے ہٹاؤ۔ ارے میں مر گیا۔ ارے میں مر گیا۔"

"بولو، کیا کرایہ وصول کرو گے؟"

سرائے کا مالک ہاتھ جوڑ کر بولا:

"ہرگز نہیں، کرایہ معاف ۔۔۔ کرایہ معاف۔"

عنبر پھر بولا:

"ایک تازہ دم گھوڑا بھی دو گے یا نہیں؟"

"ضرور دوں گا۔ ابھی لے لو، ابھی جا کر لے لو۔"

عنبر نے سانپوں کی طرف ہاتھ پھیلایا۔ سارے سانپ عنبر کے بازو پر آ کر لٹکنے لگے۔ عنبر نے سرائے کے مالک سے کہا:

"چلو اپنے ہاتھ سے گھوڑا کھول کر مجھے دو۔"

"ضرور، ضرور۔ ضرور چلو۔"

گنجا مالک نوکروں کی طرح عنبر کے آگے آگے چل پڑا۔ اصطبل میں کئی گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ عنبر نے سب سے موٹا تازہ گھوڑا پسند کیا۔ گنجے نے اسی وقت گھوڑا کھول کر عنبر کے حوالے کر دیا۔ عنبر

وڑے پر سوار ہوگیا اور سانپوں والا ہاتھ زمین کی طرف جھٹک دیا۔
نپ زمین پر گرتے ہی غائب ہوگئے۔ سرائے کا گنجا مالک ڈر کر
سرے کمرے کی طرف بھاگ گیا۔

عنبر گھوڑے پر سوار، سرائے سے نکل کر گاؤں کی اونچی نیچی گلیوں
ں سے گزرتا گاؤں سے باہر نکل آیا۔ ایک پتھریلی سڑک گاؤں سے
ہر دور تک چلی گئی تھی۔ عنبر نے معلوم کر لیا تھا کہ یہی وہ سڑک ہے
روم کی طرف جاتی ہے۔ وہ دن چڑھے گاؤں سے چلا تھا۔ سارا دن
سفر کرتا رہا۔ دوپہر کے بعد پکی سڑک ختم ہوگئی اور اس کی جگہ
ک کچی سڑک نے لے لی تھی۔ اس کے سڑک کے دونوں جانب
تپریس کے اونچے اونچے درخت تھے۔ سڑک پہاڑی ڈھلوانوں اور
دں اور وادیوں میں سے ہو کر گزر رہی تھی۔ موسم اس علاقے میں
رد تھا۔ مصر اور افریقہ کی گرمی بالکل نہیں تھی۔ رات کو عنبر نے
ک جنگل کے کنارے قیام کیا اور جنگلی پھل کھا کر لیٹ گیا۔ رات
ر سردی کی وجہ سے اسے پوری نیند نہ آ سکی۔ صبح دھوپ نکلی
سے کچھ سکون ملا۔

چشمے پر منہ ہاتھ دھو کر اس نے دوبارہ اپنا سفر شروع کر دیا۔ اسی
رح پانچ دن اور پانچ راتیں عنبر روم شہر کی طرف سفر کرتا رہا۔ چھٹے
ز شام کے قریب وہ ایک اجنبی اور ویران سے محل کے پاس پہنچ
ر رک گیا۔ یہ کسی پرانے شاہی محل کے کھنڈر معلوم ہوتے تھے۔ ستون

ٹوٹ کر گرے ہوئے تھے اور بارہ دریوں میں لمبی لمبی گھاس اُگ رہی تھی
عنبر نے سوچا کہ یہاں رات بسر کی جائے۔ اِس خیال سے وُہ گھوڑے
سے اُترا ہی تھا کہ اُسے کسی عورت کی چیخ سُنائی دی۔ وُہ وہیں رُک گیا
اور جدھر سے چیخ کی آواز آئی تھی اُدھر کو دیکھنے لگا۔ چیخ ایک بار پھر
فضا میں گونج اُٹھی۔ ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی شخص کسی
عورت کو قتل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔
عنبر نے گھوڑا وہیں کھڑا کیا اور چیخ کے تعاقب میں چل پڑا۔

چیخ کی آواز کس عورت کی تھی؟ سانپ نے روم میں
عنبر سے کہاں مُلاقات کی؟
لکڑی کے گھوڑے میں چھپی ہُوئی فوج نے قلعے پر کیسے
حملہ کیا؟
عنبر نے سکندرِ اعظم کی موت کی خبر کہاں سُنی؟
یہ سب کچھ آپ اِسی ناول کی اگلی یعنی گیارھویں قسط
"سفید عقاب" میں پڑھیے۔

مُہمّاتی ناول

ر ناول کی کہانی الگ تھلگ = خوفناک مناظر سے آراستہ

ام قبیلے کا راز	محمد عظیم
وم خوروں کا جزیرہ	حسن اکبر کمال
لسمی جنگل	ریاض احمد
بانی چور کے کارنامے	محمد یونس حسرت
بانی چور کی واپسی	〃 〃
عقلمند شکاری	〃 〃
خوفناک سازش	〃 〃
پُراسرار چیتا	〃 〃
ور میں زندہ رہا	جبّار توقیر
نگون سے فرار	اے حمید
سگنل کی سُرخ بتی	〃 〃
چاند تارا	لطیف فاروقی
جہاں گشت بغدادی	اسرار زیدی
تہ خانے کا راز	اشتیاق احمد

غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ، پبلشرز

لاہور ○ حیدر آباد ○ کراچی

پُراسرار ناول

ہر ناول میں ایک سنسنی خیز واقعہ اور دردناک کہانی!

دھوئیں کی مخلوق	ذوالفقار احمد تابش
سارنگ بابا اور جل پری	اے. حمید
ڈوبے جہاز کا راز	اے. حمید
خلا میں جنگ	اے. حمید
جادوگر جاسوس	آغا اشرف
دہشت ناک چہرہ	آغا اشرف
بھوتوں کا راز	جبار توقیر
وہ بے گناہ تھا	اے. حمید
امجد کا اغوا	اے. حمید
شیشے کا بکس	اشتیاق احمد
دوستوں کا کارنامہ	ریاض احمد
آدھی رات	جبار توقیر
ایک لڑکا ایک ڈاکٹر	جبار توقیر
غار میں چیخ	اے. حمید

شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ، پبلشرز

لاہور ○ حیدرآباد ○ کراچی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk
PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
بچوں کے اس قسط وار ناول کا ہیرو عنبر پانچ ہزار سال سے زندہ ہے۔ قبرستان میں ایک جادوگر نے اسے کہا تھا "عنبر! تم کبھی نہیں مروگے"۔ عنبر بادبانی جہاز پر سمندری طوفانوں کا مقابلہ کرتا سب سے پہلے مُردہ رُوحوں کے جزیرے میں پہنچتا ہے۔ یہاں ایک لڑکا ناگ اس سے آن ملتا ہے۔ وہ اصل میں ایک سانپ ہے مگر لڑکے کے بھیس میں ہے۔ وہ جب چاہے سانپ بن جاتا ہے اور جب چاہے لڑکا بن جاتا ہے ———
ماریا ایک ایسی لڑکی ہے جو اہرام مصر کے ایک تہہ خانے کی قبر سے اُسے ملتی ہے۔ وہ جادو کے اثر سے غائب ہے۔ وہ سب کو دیکھتی ہے مگر اُسے کوئی نہیں دیکھ سکتا ———
تینوں بہن بھائی اپنے حیرت انگیز، پُراسرار اور خوف ناک سفر پر نکلتے ہیں ——— بادشاہ مرجاتے ہیں ——— مگر وہ زندہ رہتے ہیں ———
یہ قسط وار ناول انسان کی ہزاروں سالہ تاریخ کے ہر دروازے سے گزر کر آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔
——— پچاس قسطوں میں ———
ایک مکمل اور سنسنی پیدا کرنے والی داستان
ہر ناول ایک مکمل دلچسپ اور پُراسرار کہانی ——— پُورا ناول
شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز
ادبی مارکیٹ ◉ چوک انارکلی ◉ لاہور